طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ (الحدیث)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

طالبات تقریر کیسے کریں؟

جلدسوم

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) مدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور

کی مجالس سے ماخوذ

مرتب

ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مکتبہ طیبہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	طالبات تقریر کیسے کریں؟ (جلدسوم)
ماخوذ از خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی
مرتب	:	ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
کتابت وتزئین	:	مولانا عبید الرحمٰن قاسمی ومولانا فہیم احمد قاسمی، حبان گرافکس بنگلور
باہتمام	:	مولانا محمد طیب قاسمی
تعداد	:	تین ہزار (۳۰۰۰)
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	8
2	تقریظ	9
3	حرف اول	11
4	اذان کی فضیلت	12
	اذان کا جواب	14
	اذان کے بعد کی دعا	14
	ایک لوہار کا قابل رشک عمل	15
5	والدین کی تعظیم اور ادب کا حکم	16
	والدین کو اُف بھی نہ کہو	17
	ماں کا درجہ باپ تین درجے بڑھا ہے	18
6	نفاق دل کا روگ اور ایمان کی ضد ہے	19

	نفاق ایک مہلک مرض ہے	20
	صحابۂ کرام کی شان	21
7	حسد نیکیوں کو کھا جانے والی آگ ہے	23
	حسد کی حقیقت	24
	حسد کے درجات	24
	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے	25
8	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام حضور ﷺ کی نظر میں	27
	ان کے مشیر ہم تھے ہمارا.......	31
9	اشاعتِ علم کیلئے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی قربانیاں	33
	یہ اشراف ہے	36
10	اللہ تعالیٰ صورت کو نہیں قلوب کو دیکھتے ہیں	38
11	اللہ و رسول ﷺ کے فیصلہ کے بعد کوئی اختیار نہیں	40
12	رنگین یہ دنیا یا درہی..........	42
	سرکار دو عالم ﷺ نے کس طرح نکاح فرمائے	45
13	سلام ہے علماء اور طلباء کی عظمت کو	46
	آپ تو اللہ کے چنیدہ بندے ہیں	48
14	میزبانی اور مہمانی کے آداب	51
	خادم کو بھی ساتھ میں کھانا کھلائیں	53
	عظیم ایثار	53
15	حسد ایک مہلک نفسیاتی مرض ہے	55
	ہر گناہ کی ایک سزا مقرر ہے	57

	حسد اور رشک میں فرق	58
16	بارش کے ذریعے رزق کا انتظام	60
	ہر مخلوق اللہ کے وجود پر شاہد	62
17	تقویٰ ہی سے انسان عروج پر پہونچتا ہے	64
	تقوے کی برکت	65
18	سفر کے آداب اور مسنون طریقہ	68
	سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنے کا راز	69
19	محدثِ کبیر بقی الدین ابن مخلد رحمۃ اللہ علیہ کی حصول علم کیلئے مشقتیں	72
	علم حاصل کرنے کے لئے ذلت بھی گوارا کرلی	76
20	اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا انسان پر فرض ہے	79
	عالم بڑا وسیع ہے	81
21	حضور ﷺ کا مبارک لباس	83
	متکبرانہ لباس سے احتیاط ضروری	84
22	زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر دنیا و آخرت میں سزا	86
	زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام	88
23	اسلام میں دوسروں کو حقیر سمجھنے کی گنجائش نہیں!	90
	اختلاف کے باوجود بھی اتحاد کی چند مثالیں	92
	صحابہ کرام کی تعریف قرآن کی زبانی	93
24	رزق حلال کیلئے کسب معاش کی تلقین	95
	محنت کر کے کھانا چاہئے	97
	صادق وامین تاجر کا مقام	98

25	فرض نمازوں کے بعد تہجد سب سے بہتر نماز ہے	99
	تہجد شکر گذاری کے لئے بھی ہے	101
	تہجد کی تاکید	102
26	بچوں کو مسجد میں لاکر بہتر تربیت کریں	104
	حضور علیہ السلام نماز میں بھی بچوں کا خیال فرماتے	105
	خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں بچے آتے ہیں	106
	ہم بچوں کی تربیت میں رکاوٹ بن رہے ہیں	107
	بچوں کا دل سادہ لوح ہے	107
27	چھ اعمال پر جنت کی ضمانت	109
28	بارش اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی	113
	بارش میں قدرت کی نشانیاں	114
29	فاحشہ اور بے شرم عورت کو جہنم کی وعید	117
	عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان جھانکتا ہے	119
30	اصلاحِ اُمت کیلئے دعوتِ اسلامی کا فریضہ انجام دیں	121
	معمولی اخلاق بھی قبول اسلام کا سبب بن گیا	123
31	اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہونچانا فرض ہے	126
	تبلیغ دین کے لئے قدرت کی طرف سے زریں موقع عنایت کیا گیا تھا	128
32	بچوں کو کیسے نمازی بنائیں؟	131
	بچوں کی صفیں کیسے بنائیں	132
	آپ ﷺ کا بچوں سے پیار	132
33	حضور اکرم ﷺ انسانوں کے سب سے زیادہ مہربان	135

	رسول اللہ ﷺ کے کھانے پینے کا طریقہ!	137
34	صنعت وحرفت وزراعت انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے	139
	ہنر اور پیشہ سیکھنے کی ضرورت ہے	142
35	انسانی زندگی کا اصل جوہر	143
	کمائیوں میں برکت نہیں	146
36	مصر کا ایک ٹی وی چینل سارا اسٹاف باحجاب خواتین پر مشتمل	148
	حجاب آڑے نہیں آتا	149
	عزم وحوصلہ کی ضرورت	151
37	دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو	152
	ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال وکردار سے کوسوں دور	154
38	واقعۂ اصحاب فیل اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت	156
	رسول اللہ ﷺ کے والد	158
	ولادت باسعادت	159

☆☆☆

طالبات تقریر کیسے کریں؟ کی جلد سوم کا

انتساب

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جنہیں دیکھ کر فرشتے شرمایا کرتے تھے، جنہیں نبی پاک ﷺ کی دو صاحبزادیوں کی بدولت ''ذوالنورین'' کا لقب عطا ہوا، اور جب دونوں صاحبزادیاں دنیا سے پردہ فرما گئیں تو خاتم الرسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میرے چالیس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے میں عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیتا جاتا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہتی''۔

جن کی دریا دلی اور وسعت قلبی نے مسلمانوں کی زبوں حالی میں بے انتہا معاونت کی جسے دیکھ کر زبانِ نبوت ﷺ نے ''غنی'' کا لقب عطا کیا، اور جن کے بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''جو میری اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر کے درمیان دفن ہوگا اس کی مغفرت اللہ رب العزت ایسے ہی فرمادیں گے''۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر پر ہزاروں رحمتیں، برکتیں اور انوارات نازل ہوں۔

خاکروب

آستانۂ ذوالنورین

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

خانقاہ رحیمی بنگلور

مورخہ: ۱۸؍جون ۲۰۱۳ء بروز منگل

تقریظ

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدآر قاسمی زید مجدہم
ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد!

زمانۂ قدیم میں بچیوں اورلڑکیوں کی تعلیم وتربیت پرکوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی تھی، بلکہ عورت کو انسان تصور کرنے والے بہت کم لوگ تھے، وہ صرف مرد کی ضرورت تھی لیکن اسلام نے عورت کو مقامِ اعلیٰ عطا کیا، اس کی تعلیم وتربیت کو لازمی اوراجروثواب کا ذریعہ بتایا، سارے عالم میں پھیلی ہوئی خرافات جوعورت کو ذلیل ورسوا کرنے کیلئے ہوا کرتی تھیں ان کو اسلام نے مٹایا، اور ہر ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کو اس کا جائز حق دلوایا تا کہ وہ بھی معاشرے میں سکون واطمینان کی زندگی گذار سکے۔

آج جب یوروپی تہذیب وتمدن کی بدولت رشتوں میں دراڑیں پڑتی جارہی ہیں اورعورتیں آزادی کے نام پررسوائی وذلت کوفخر ومنزلت سمجھنے لگی ہیں توایسے موقع پر اسلام کے پیش کردہ نظامِ حیات کو دوہرانے کی اشد ضرورت ہے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت کواس کا صحیح منصب ومقام یاد دلایا جائے، اس کی صحیح تربیت کی جائے۔

آج عورت کی تعلیم تو ہے لیکن اس کی صحیح تربیت نہیں، اس پرنکیر تو کی جاتی ہے لیکن مثبت پہلو کی طرف متوجہ نہیں کیا جاتا، جس کی ضرورت ازحد ہے۔ اس ضرورت کو حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی نے خوب سمجھا اور اپنی مجالس میں مسلم بچیوں کی اصلاح وتربیت کے متعلق خصوصی ارشادات وفرمودات کے ذریعہ یہ باور کرایا کہ عورت گھر کی ملکہ ہے، اسے بازار کی رونق نہیں بنایا جاسکتا، لہٰذا ہمیں اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت اسلامی رنگ میں بچپن سے ہی کرنی چاہئے، تا کہ ایک منظّم ومستحکم اور پاکیزہ معاشرہ میسر ہو سکے۔

برادرِ کبیر ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی زید مجدہم نے آپ کے ارشادات کو شروع میں خطبہ وتمہیدی کلمات کے ذریعہ ترتیب دے کر ایک چھوٹا سا کتابچہ بعنوان ’’طالبات تقریر کیسے کریں؟‘‘ ترتیب دیا تھا، جس کے موضوعات کو بے حد پسند کیا گیا، جس پر بہت سے افراد نے اس کی مزید جلدیں لانے پر اصرار کیا، حضرت حبیب الامت مدظلہ سے اجازت طلب کرنے کے بعد آپ کے دیگر خطبات اور مجالس سے مزید عناوین کو اخذ کر کے دس جلدوں پر مشتمل مناسب صفحات پر اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی گئی، ذاتِ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ سابقہ کتابچہ کی طرح ’’طالبات تقریر کیسے کریں؟‘‘ کتاب بھی مدارس نسواں کی طالبات کیلئے اسی طرح نافع ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ وجملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

العارض

محمد عثمان حبان دلدآر قاسمی
ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور
مورخہ: ۱۷؍جون ۲۰۱۳ھ بروز پیر

حرفِ اول

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد!

الحمدللہ بعد نماز جمعہ احاطۂ دارالعلوم محمدیہ بنگلور میں مجلس رحیمی ہوتی ہے، ناچیز مجالس میں شریک رہتا ہے جس میں اصلاح وتربیت کے عنوان پر مختلف جواہر پاروں سے حاضرین دامن بھرتے ہیں، دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ان کو یکجا کیا جائے جس سے مدارس میں پڑھنے والی طالبات استفادہ کرسکیں، مجلس رحیمی میں حضرت قبلہ والد بزرگوار خواتین کے متعلق جو ارشاد فرماتے تھے راقم ان کو یکجا کرتا رہا اور تھوڑے عرصہ میں مختلف عنوانات سے مضامین تیار ہوگئے، عنوانات ترتیب دے کر قبلہ والد بزرگوار سے ان کو شائع کرنے کی اجازت طلب کی، حضرت نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر اجازت مرحمت فرمادی، ناچیز نے صرف تمہیدی کلمات کا اضافہ کیا ہے امید کہ تقریروں کا یہ مجموعہ مدارس نسواں کی طالبات کیلئے نافع ثابت ہوگا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ناچیز کی اس سعی کو قبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین!

احقر

محمد فاروق اعظم قاسمی المعروف محمد حارث حبان
نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ: ۱۸/جون ۲۰۱۳ھ بروز منگل

اذان کی فضیلت

اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡاَنۡبِيَآءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحٰبِهٖ اَجۡمَعِيۡن. اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ. بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ.

مشفق ومہربان معلمات صدر معلّمہ، ماؤں اور بہنو! اذان کی فضیلت کے تعلق سے مجھے چند باتیں عرض کرنی ہیں احادیث شریفہ میں اذان کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اذان کے ذریعہ درحقیقت اللہ ورسول ﷺ کی عظمت کا پرچار ہوتا چوبیس گھنٹوں میں کوئی منٹ بلکہ کوئی سکنڈ ایسا نہیں ہوتا جس میں کہیں اذان نہ ہوتی ہے اور اللہ ورسول ﷺ کی عظمت وبڑائی نہ ہوتی ہو اذان ہی کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی اطلاع ہوئی گھڑی آگئی لوگوں کو نماز کا وقت اور بھی معلوم ہوگیا مگر ہر ایک اذان ہی کا انتظار کرتا ہے اس لئے اذان بھی کسی نیک اور صالح آدمی کے ذمہ کرنا چاہئے

ہر کسی کو اذان کے لئے کھڑا نہیں کر دینا چاہئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں حضرت بلال اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اذان دعا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ اس فضیلت کو جان لیں جو اذان دینے اور پہلی صف میں ہے، پھر وہ اس پر قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ پائیں، تو یقیناً وہ اس پر قرعہ اندازی کریں اور اگر وہ جان لیں کہ اول وقت آنے میں کیا فضیلت ہے، تو وہ ضرور اس کی طرف دوڑ دوڑ کر آئیں اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر کی نماز کی کتنی فضیلت ہے تو وہ ضرور اس میں شریک ہوں اگر چہ انہیں گھسٹ گھسٹ کر آنا پڑے۔'' (بخاری، مسلم) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''اذان دینے والے قیامت کے دن دیگر تمام لوگوں سے لمبی گردن والے ہوں گے''۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل کو پسند کرتے ہو، پس جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو اور نماز کیلئے اذان کہو تو اذان میں اپنی آواز کو اونچا کیا کرو، اسلئے کہ موذن کی آواز کو آخری حصہ تک جو جن، انسان اور کوئی اور چیز سنتی ہے تو قیامت والے دن وہ اس کے لئے گواہی دے گی۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پادتا (ہوا خارج کرتا) ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سنے، پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو (واپس) آجاتا ہے، یہاں تک کہ جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے، پھر جب تکبیر پوری ہو چکتی ہے تو (پھر) آجاتا ہے حتی کہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان

وسوسے ڈالتا ہے، کہتا ہے، فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر، وہ چیزیں جو اس سے پہلے اسے یاد نہ تھیں، یہاں تک کہ آدمی کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے''۔ (بخاری ومسلم)

اذان کا جواب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح موذن کہتا ہے''۔ (بخاری، مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اذان سن کر کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے پر محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں، تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

اذان کے بعد کی دعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر یہ کہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ، وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَانِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ. (اے اللہ، اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے) تو قیامت والے دن میری شفاعت اس کیلئے حلال (واجب) ہوگی۔ (بخاری)

ایک لوہار کا قابل رشک عمل

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک لوہار رہتا تھا جب اس کا انتقال ہوگیا تو کسی محدث نے اس کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا معاملہ ہوا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ میں رکھا ہے اب میں انہیں کے ساتھ رہتا ہوں یہ محدث تو بہت حیران ہوئے کہ کہاں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جن کا مقام ومرتبہ یہ تھا کہ لوگ ان کے درس حدیث کو سننے کے لئے سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر کر کے آئے اور ان سے درس حدیث پڑھتے تھے مسئلہ خلق قرآن میں جس میں بڑے بڑے علماء کے پسینے چھوٹ گئے اور بادشاہ کے ظلم کو برداشت نہ کر سکے لیکن امام احمد نے ساری تکالیف برداشت کی اور حق کا بول بالا ہوا اور یہ لوہار دن بھر لوہا کوٹتا تھا یہ کیسے امام رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ کو پہونچ گیا خیر وہ محدث لوہار کے گھر پہونچے اور اس کی بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارے شوہر کا کونسا عمل تھا کہ ان کو جنت میں بہت بڑا مقام عطا کیا گیا تو اس کی بیوی نے کہا کہ میرا شوہر دن لوٹتا تھا مگر جیسے اذان کی آواز سنتا تو فوراً ہتھوڑا رکھ کر مسجد چلا جاتا اور یہ کہتا کہ میرے آقا نے مجھے بلایا ہے اگر ہتھوڑا مارنے کیلئے اوپر اٹھا لیتا تو اس کو رکھ دیتا کہ میرے مالک کا حکم آگیا اور پھر رات کو جب گھر آتا تو امام احمد کو دیکھ کر کہتا کہ یا اللہ میرے بال بچے ہیں اور میرے گھر میں کوئی کمانیوالا نہیں ہے میں دن بھر کام کر کے تھک جاتا ہوں رات میں عبادت نہیں کر سکتا اگر میرا بوجھ ہلکا ہوتا تو میں امام رحمۃ اللہ علیہ کی طرح رات رات قرآن پڑھتا وہ محدث کہنے لگے کہ یہی اس کا نیک عمل ہے جو اس کو بڑے مرتبہ پر لے گیا۔ ہمیں بھی اذان کا احترام کرنا چاہئے اور جیسے ہی اذان ہو ہمیں مسجد کی طرف چل دینا چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆

والدین کی تعظیم اور ادب کا حکم

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

سامعین باوقار، محترمہ صدر معلّمہ مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو!

قرآن وحدیث میں شریعت نے اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت فرمانبرداری کے ساتھ والدین کی بھی اطاعت وفرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے انسان کی ولادت کا سبب ظاہری والدین ہی ہوتے ہیں اس لئے جتنے بھی حقوق والدین کے اولاد پر ہوں سب قرین قیاس ہیں اولاد کی تربیت اور بچپن میں ان کی دیکھ ریکھ واقعی اہم مسائل ہوتے ہیں جن کو برداشت کر کے بلکہ خوشی خوشی والدین ان کو انجام دیتے ہیں۔ خصوصاً ماں کا کردار باپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتا ہے حمل کا زمانہ ولادت کا مرحلہ پھر رضاعت میں طرح طرح کی مشکلات اور

بچے کی خاطر کھانے پینے میں احتیاط اور پرہیز یہ سب مائیں بچوں کی خاطر برداشت کرتی ہیں اسی لئے شریعت مطہرہ نے ان کے لئے بڑے حقوق مقرر کئے ہیں۔

والدین کو اُف بھی نہ کہو

''اللہ سبحانہ نے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بہت تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے۔ اس حکم میں کتنا زور پایا جاتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اس کا تذکرہ اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ کیا ہے اور دونوں احکام ایک ساتھ دیئے ہیں۔ پھر ان کے حسن معاملہ کے دائرہ کو اور تنگ کر دیا ہے چنانچہ اگر ماں باپ کے کسی رویہ یا فعل پر ناگواری کے اسباب ومحرکات موجود ہوں اور واقعی ایسے حالات پائے جائیں کہ صبر اور برداشت کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہو تو بھی بیٹے کو ناگواری کا ایک لفظ منہ سے نکالنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے''۔

بوڑھے ماں باپ کے تعلق سے آیتِ بالا میں پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ انہیں 'اُف' نہ کہو۔ 'اُف' سے مراد زبان سے کوئی ایسا لفظ نکالنا ہے جس سے ناگواری کا اظہار ہوتا ہو۔ ماہر لغت اصمعی فرماتے ہیں: ''اُف'' اصلاً کان کے میل کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی چیز سے گھن ظاہر کرنی ہو۔ پھر اس کا استعمال ہر اس موقع پر ہونے لگا جب کسی چیز پر ناپسندیدگی اور ناگواری کا اظہار کرنا ہو''۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''اُف نہ کہو' یہ ایک تعبیر ہے۔ اسے اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب اذیت پہنچانے والی اور ناگوار معمولی سی بات سے روکنا مقصود ہو۔ اس کے ذریعہ اذیت پہنچانے والی دیگر تمام باتوں اور کاموں سے روک دیا گیا ہے۔ یہ ادنیٰ کے ذریعہ اعلیٰ پر استدلال کے قبیل سے ہے۔ یہ کہہ کر گویا والدین کی انتہائی تعظیم اور ادب کا حکم دیا گیا ہے''۔

ماں کا درجہ باپ تین درجے بڑھا ہے

ایک صحابی خدمت نبوی میں شریف لاتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار اور مستحق کون ہے یعنی میں کس کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ زیادہ کروں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری ماں، سائل نے دوبارہ دریافت کیا پھر بھی آپ علیہ السلام نے جواب دیا تمہاری ماں، سائل نے تیسری بار سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تمہاری ماں۔ جب سائل نے چوتھی دفعہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے والد اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ماں کے حقوق باپ کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں انہوں نے کہاں ہاں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنی ماں کی خدمت کرو یعنی تمہارے لئے اس وقت اپنی ماں کی خدمت جہاد سے بڑھ کر ہے درحقیقت والدین کی خدمت انسان کو جنت کا مستحق بنائی ہے اور ان کی نافرمانی جہنم میں داخل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس لئے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنی چاہئے اور ان کی نافرمانی سے کوسوں دور رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کا اطاعت وفرمانبردار بنائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

نفاق دل کا روگ اور ایمان کی ضد ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق و مہربان معلمات محترمہ صدر معلّمہ، ماؤں اور بہنو! رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے بہت سے یہودی بظاہر مسلمان ہو گئے تھے جن کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانا تھا اور کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور حتی الامکان اسلام کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ لیکن اللہ کی تدبیر غالب آئی اور ان بدبختوں کی ساری کوششیں اور تدبیریں ناکام ہوئیں۔ یُرِیْدُوْنَ

اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ. دشمنانِ اسلام تو چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنا مکمل کئے بغیر نہ رہیں گے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی گذرے۔ چنانچہ چند ہی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دیا اس کی وجہ سے منافقین اور بھی چراغ پا ہونے لگے اور ہر دور میں اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور آج بھی منافقوں کی تعداد بہت ہے مگر وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس لئے ہم کسی کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں منافق ہے۔

نفاق ایک مہلک مرض ہے

نفاق ایک خطرناک مرض ہے۔ یہ ایمان کی ضد ہے۔ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ جس دل میں نفاق ہوگا وہ ایمان سے خالی ہوگا اور جہاں ایمان خالص ہوگا وہ نفاق سے پاک ہوگا۔ سورۂ بقرہ کے شروع ہی میں منافقین کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ وہ اپنی چرب زبانی سے اہل ایمان کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حالاں کہ وہ خود فریب خوردہ ہیں۔ اہل ایمان کے درمیان اپنے ایمان کا چرچا کرتے ہیں، لیکن اپنے حلقے میں پہنچتے ہیں تو انہیں اپنی دوستی کا یقین دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان والوں سے مذاق کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل قرآن میں جگہ جگہ موجود ہے۔ اس پستی کردار کی وجہ ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ (البقرۃ:۱۰) ’’ان کے دلوں میں روگ ہے اللہ تعالیٰ نے اس روگ میں اضافہ کر دیا ہے ان کیلئے دردناک عذاب ہے، اس جھوٹ کی بنا پر جو وہ بولتے ہیں‘‘۔

ان کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اور اسے چھپانے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۔

اس کے برخلاف حقیقی ایمان خدا اور رسول پر یقین کامل کا نام ہے، جو ہر شائبہ شک وتردد سے پاک ہوتا ہے۔اس کی پہچان ہی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جان ومال کی قربانی آسان ہوجاتی ہے۔(الحجرات:۱۵)

صحابہ کرام کی شان

نفاق کو اللہ تعالیٰ سے اوراس کے دین سے بیر ہوتا ہے،لیکن ایمان سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ایک جگہ اصحاب رسول ﷺ کی تعریف کی گئی ہے:وَلٰـکِنَّ الـلّٰـهَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ. فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ. (الحجرات:۷-۸) ’’لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی، اس سے تمہارے دلوں کو آراستہ کیا، کفر،فسق اور معصیت سے تمہارے اندر نفرت پیدا کردی۔ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ سب اللہ کا فضل اور انعام ہے۔اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے‘‘۔

نفاق کی پہچان نازک مواقع پر خوف اور ہراسانی ہے۔ جب آزمائش کا مرحلہ سامنے ہوتا ہے تو منافق اس سے بچنے کی تدبیر سوچنے لگتا ہے۔ وہ جرأت وہمت کے مظاہرے کی جگہ اپنی بزدلی کی توجیہ کرنے لگتا ہے۔اسے اپنی اصلاح کی فکر تو نہیں ہوتی، البتہ دوسروں کی کمزوریاں تلاش کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔جنگ احد میں مسلمانوں کو فتح ونصرت کے بعد بعض لوگوں کی غفلت کی وجہ سے شکست سے دوچار ہونا پڑا اور بڑا جانی نقصان بھی ہوا۔اسے اہل ایمان نے اللہ کا

فیصلہ سمجھا اور نئے عزم وہمت سے پیش قدمی جاری رکھی، لیکن منافقین کہنے لگے:هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ.....لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٍ مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا: ’’کیا ہمارا اس معاملہ میں کوئی اختیار ہے؟ (ہماری تو کوئی نہیں سنتا)....اگر معاملات میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے‘‘۔

قرآن مجید نے اس کے جواب میں کہا کہ موت کا جو وقت طے ہے اور جہاں موت آنی ہے اسی وقت اوراسی جگہ موت آئے گی۔تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو تب بھی موت تمہیں باہر کھینچ لائے گی۔

غزوہ احد کیلئے جب حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے جارہے تھے تو منافقوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی ساتھ تھی لیکن منافقوں کا سردار ابی بن سلول اپنے بہت سے ساتھیوں کو لے کر الگ ہوگیا اس کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا گیا اور یہ عذر پیش کیا کہ جب محمد کی رائے پر عمل نہیں کیا گیا تو ہم لوگ شرکت کریں اور کیوں اپنی جانیں ضائع کریں لیکن اللہ کو جو منظور تھا وہی ہے اور احد کا معرکہ پیش آیا اور ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

حسد نیکیوں کو کھا جانے والی آگ ہے

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات! حسد ایک خطرناک اور مہلک مرض ہے جس آدمی کو لگ جائے وہ تباہ وبرباد ہوجاتا ہے حسد کرنے والے کی صحت پر متاثر ہوتی ہے اس کی معاشیات بھی متاثر ہوتی وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے۔ کسی لمحہ اسے چین وسکون نہیں آتا ہر وقت محمود کی تباہی وبربادی کی فکر میں لگا رہتا ہے مگر اس کا تو کچھ ہوتا نہیں بلکہ اللہ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے جسے چاہے مالدار بناتا ہے اور جسے چاہے فقیر محتاج کردیتا ہے۔ دنیا میں ہر طرح کے لوگ رہتے اور بستے ہیں اور انہیں تمام لوگوں سے مل جل کر یہ دنیا آباد ہوتی ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا میں سب ایک ہی طرح کے لوگ

ہوجائیں اگر ایسا ہوجائے تو دنیا کا نظام ٹھپ پڑ جائے گا اس لئے اللہ کی مشیت پر راضی رہنا چاہئے اور کسی کے مال ودولت یا علم پر حسد نہیں کرنا چاہئے۔

حسد کی حقیقت

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اسکو کوئی نعمت ملی ہوئی ہے وہ نعمت چاہے دین کی ہو یا دنیا کی اس نعمت کو دیکھ کر اسکے دل میں جلن اور کڑھن پیدا ہوئی کہ اس کو یہ نعمت اس سے چھن جائے تو اچھا ہے، یہی حسد کی حقیقت ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو علم دیا، اب دوسرے شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ نعمت اس کو کیوں ملی؟ اس سے یہ نعمت چھن جائے تو بہتر ہے اور اس کے خلاف کوئی بات آتی ہے تو یہ اس سے خوش ہوتا ہے، اور اگر اس کی ترقی سامنے آتی ہے تو اس سے دل میں رنج اور افسوس ہوتا ہیکہ وہ کیوں آگے بڑھ گیا، اسی کا نام ''حسد'' ہے۔ اب اگر ہم حسد کی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ذرا غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ حسد کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اس کو کیوں دی؟ اور ساتھ ہی ساتھ یہ خواہش کر رہا ہے کہ یہ نعمت کسی طرح اس سے چھن جائے اسی وجہ سے اس کی سنگینی اور خطرناکی بہت زیادہ ہے۔

حسد کے درجات

حسد کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ مجھے ایسی نعمت مل جائے، اب اگر اس کے پاس رہتے ہوئے مل جائے تو بہت اچھا، ورنہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے، یہ حسد کا پہلا درجہ ہے۔

حسد کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جونعمت دوسرے کوملی ہوئی ہے وہ نعمت اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے، اس میں پہلے قدم پر یہ خواہش ہے کہ اس سے وہ چھن جائے اور دوسرے قدم پر یہ خواہش ہے کہ مجھ مل جائے یہ حسد کا دوسرا درجہ ہے۔

حسد کا تیسرا درجہ: حسد کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ یہ نعمت اس سے کسی طرح چھن جائے اور اس نعمت کی وجہ سے اس کو جو امتیاز اور جو مقام حاصل ہوا ہے اس سے وہ محروم ہو جائے، پھر چاہے وہ نعمت مجھے ملے یا نہ ملے، یہ حسد کا تیسرا اور سب سے رذیل ترین درجہ ہے۔

حسد کے انہیں مضر اثرات ونقصانات کو دیکھتے ہوئے قرآن وحدیث اور حکماء وعلماء کے اقوال میں حسد کی مذمت وشناعت جابجا بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ '' (النساء:۵۴) ''کیا یہ دوسروں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا؟ کفار حضور ﷺ سے اس لئے حسد کرتے تھے کہ آپ ﷺ عربی النسل تھے، بنی اسرائیل سے نہ تھے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''نَحْنُ النَّاسَ دُوْنَ النَّاسَ'' (تفسیر ابن کثیر:۲/۳۳۶) یعنی اس آیت میں ہمیں لوگ مراد ہیں کوئی اور نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ'' (ابوداؤد، باب فی الحسد:۴۹۰۵) حسد سے بچو! چونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے

ایک اور حدیث میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ ھِیَ

الْحَالِقَۃُ لَا اَقُوْلُ تَحْلُقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلُقُ الدِّیْنَ. اگلی امتوں کی مہلک بیماری یعنی حسد وبغض تمہاری طرف چلی آرہی ہے۔ یہ بالکل صفایا کردینے والی اور مونڈا دینے والی ہے پھر اپنا مقصد واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے اس کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بالوں کومونڈنے والی ہے بلکہ یہ مونڈ دیتی ہے اور صفایا کردیتی ہے دین کا جیسے جیسے دورنبوت سے بعد ہوتا جارہا ہے لوگوں میں اس طرح کی مہلک بیماریاں عام ہوتی جارہی ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعلق سے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔ رحماء بینھم کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر شفیق ومہربان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ملادیا تھا وہ آپس میں ایک دوسرے کے ہمدرد وبہی خواہ تھے زمانہ جاہلیت میں جو آپسی دشمنی آرہی تھی اس کو یکسر بھلا کر ایک دوسرے پر جان قربان کرنے والے بن گئے ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا یہ خاص انعام ہے کہ اس نے تم پر ایمان لانے والوں کے دل ملادیئے اگر تم اس مقصد کے لئے دنیا کی ساری دولت اور خزانے بھی خرچ کرڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں یہ الفت ومحبت پیدا نہ کرسکتے۔ (سورہ انفال) بہر حال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بغض وحسد کو اپنے دلوں میں جگہ نہیں دی اس لئے وہ کامیاب رہے اور ہم نے بغض وحسد کر کے اپنی دنیا خراب کرلی اور آخرت بھی برباد ہو رہی ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام

حضور ﷺ کی نظر میں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! اس وقت میں آپ کے سامنے نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی داماد اللہ ورسول ﷺ کے چہیتے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں آپ ﷺ کو حضرت علی سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ علیہ السلام سے بڑی گہری محبت تھی بچپن ہی سے مشرف بہ اسلام

ہو گئے تھے آپ کے والد خواجہ ابوطالب تو اسلام کا ساتھ دیتے رہے اور بڑی مشکلات کا سامنا کیا روسائے مکہ سے دشمنیاں مول لینی پڑیں مگر ہر موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور ساتھ دیا لیکن اسلام لانا ان کے مقدر نہیں تھا نہیں لائے اور حالت کفر ہی میں انتقال کر گئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ كُنْتَ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلٰى'' ہر وہ شخص جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کا مولیٰ ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ، جو شخص شہر میں آنا چاہے وہ پہلے دروازے پر آئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا (اے علی رضی اللہ عنہ!) تو میرے لئے ایسا ہی ہے جیسا ہارون موسیٰ کے لئے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے فرمایا: میں جس کا دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں۔ (احمد وترمذی شریف)

حضرت ام عطیہ روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں علی رضی اللہ عنہ (بھی) تھے، انہوں (ام عطیہ) نے کہا کہ میں نے آپ کو سنا کہ آپ دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ فرما رہے تھے اے اللہ تو مجھے مار نہ دینا یہاں تک کہ تو علی رضی اللہ عنہ کو مجھے دکھا دے۔ (احمد وترمذی شریف)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی۔ (احمد)

آنحضرت ﷺ فرماتے تھے: اے میرے اصحاب! معراج کی رات مجھے سب کے گھر دکھائے گئے (جنت میں) کہ میرے گھر سے

کس قدر فاصلہ رکھتے ہیں۔ اے علی رضی اللہ عنہ! تو راضی نہیں ہوتا کہ تیرا گھر میرے گھر کے مقابل ہوگا۔ (طبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے (مسجد نبوی کے اندر) تمام لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو بند کرادیا مگر علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی۔ جب ان باتوں میں دیر ہوگئی تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹے سے دیر تک سرگوشی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: میں نے سرگوشی نہیں کی، خدا نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اے انس رضی اللہ عنہ! جو شخص سب سے پہلے میرے پاس آئے گا وہ مومنوں کا امیر اور مسلمانوں کا سردار اور وصیوں کا خاتم اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہوگا۔ اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت ﷺ نے پوچھا انس رضی اللہ عنہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمایا دروازہ کھول دو۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ ایک روز سیاہ بالوں کی منقش چادر اوڑھے باہر سے تشریف لائے۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ آئے۔ وہ بھی چادر میں داخل ہوگئے۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے انہیں بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے آپ ﷺ نے ان کو بھی چادر میں لے لیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے پیغمبر کی اہل بیت! خدا تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا ہی پاک و پاکیزہ رکھے''۔ جس شخص کا میں دوست ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس کا دوست ہے۔ (بروایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ)

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کا دوست و مددگار ہے۔ (بروایت عمر بن حصین رضی اللہ عنہ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے: اے علی رضی اللہ عنہ! تحقیق خدائے تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو اور تیرے اہل کو اور تیرے دوستوں کو بخش دیا ہے۔ الخ (بروایت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ)

علی رضی اللہ عنہ سے منافق محبت نہیں کرتے اور مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ (بروایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا)

ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے اصحاب جنت کا ذکر کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے (آنحضرت ﷺ کے بعد) علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ہیں۔ (بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ)

علی رضی اللہ عنہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں جس نے شک کیا وہ کافر ہوا۔ علی بروز قیامت میرے حوض کے مالک ہوں گے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزل جنت میں میری منزل کے برابر ہوگی۔

علی رضی اللہ عنہ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ مدینہ کے اندر چلے۔ ہمارا گزر ایک باغ سے ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کتنا اچھا باغ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جنت میں تمہارا باغ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے یہاں تک کہ ہم لوگ سات باغوں سے گزرے ہر باغ کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اچھا باغ ہے اور ہر مرتبہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں تمہارا باغ اس باغ سے کہیں بہتر ہے۔ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو مجھ سے ایسا رشتہ ہے جیسے میری روح کو میرے بدن سے۔

ان کے مشیر ہم تھے ہمارا.......

حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کسی انسان کے لئے ایک ہی فضیلت اور ایک ہی جملہ دنیوی واخروی بھلائی کیلئے کافی ہے چہ جائیکہ اتنے فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آپ علیہ السلام نے بیان فرماتے ہیں ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ زبان نبوت نے دنیا ہی میں جن دس خوش نصیبوں کو بیک وقت جنت کی بشارت وخوشخبری سنائی اس چوتھے نمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے چوتھے خلیفہ حضرت ہی ہوں گے اور ایسا ہی ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھے مسلمانوں میں آپسی اختلاف نہیں رہے اور ہوئے تو چند ہی دنوں میں ختم ہوگئے اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ابتدائی زمانہ خلافت بھی پرسکون رہا۔ البتہ اخیر میں مسلمانوں میں ایسی اختلاف وانتشار پیدا جو دن بدن بڑھتا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عروج پر آیا اور کم وبیش چار سال کی خلافت اختلاط وانتشار کا شکار رہی اور ہزاروں ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنگ جمل اور جنگ صفین میں شہید ہوگئے۔ جو مشاجرات صحابہ کے عنوان سے کتابوں میں بڑی تفصیل سے ملتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تو اختلاف نہیں تھا بلکہ بڑا ہی سکون تھا مگر آپ کے دور خلافت میں مسلمانوں ہی میں اور وہ صحابہ کرام اس قدر لڑائی جھگڑے کیوں ہو رہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیا کہ ان کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر آپ جیسے لوگ ہیں اسلئے اختلاف ہو رہا ہے۔ ایک ہندو شاعر نے اسی کو ایک شعر میں جمع کر دیا ہے۔

ایک روز مرتضیٰ سے کسی نے یہ عرض کیا
اے نائب رسول امیں دام ظلہم

بوبکر وعمر کے زمانہ میں چین تھا
عثمان کے بھی دور میں لبریز تھا یہ غم
کیوں آپ ہی کے عہد میں جھگڑے یہ پڑ گئے
اپنی تو عقل ہوگئی اس مسئلہ میں گم
کہنے لگے یہ بات کوئی پوچھنے کی ہے
ان کے مشیر ہم تھے ہمارے مشیر تم

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اشاعتِ علم کیلئے

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی قربانیاں

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میں نے چوتھے پارے کی شروع کی آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ہرگز تم نیکی کو حاصل نہیں کرسکتے یہاں تک کہ اس میں سے خرچ کرو جو تمہیں پسند ہو اور جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ مرد حضرات تو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں مگر بہت سی عورتیں اتنا خرچ کرتی ہیں کہ مردوں پر فائق ہوجاتی ہیں اسی سلسلہ کا ایک واقعہ بانی دارالعلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کا بھی حکیم

الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ نواب صاحب کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی، عرصے کے پیچھے لگے ہوئے تھے، کہ میں آپ کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا ہوں، ان کے اصرار پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاں کردی، نکاح ہوگیا، نواب صاحب نے اپنی بیٹی کے لئے اس زمانے میں جب استاذ کی تنخواہ دو روپیہ ہوتی تھی، ایک لاکھ روپئے کے زیورات بنائے، اس زمانے میں اور اپنی بیٹی کو رخصت کیا، جب رخصتی ہوگئی، تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پہلی رات اپنی اہلیہ کے پاس آئے، تو اہلیہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس آکر بیٹھ گئے، چارپائی پر، سلام کیا اور فرمایا کہ شادی کا مقصد ہوتا ہے کہ خاوند بیوی کے ذریعے گناہ سے بچے، اور بیوی خاوند کے ذریعے گناہ سے بچے، یہ شادی کا مقصد ہوتا ہے، اور دوسری بات فرمائی کہ زندگی تب اچھی گذرتی ہے جب میاں بیوی دونوں ایک لیبل پر ہوں، میں تمہاری مانند امیر بننا چاہوں، تو ساری زندگی محنت کروں تو نہیں بن سکتا، اور تم میری طرح بننا چاہو تو ابھی بن سکتی ہو، تو پہلے پوچھا کیسے؟ تو فرمانے لگے کہ یہ جتنے سارے زیورات ہیں یہ سارے اللہ کے راستے میں بھیج دو، فرماتی ہیں کہ میں نے سارے زیور نکالے، ایک لاکھ روپئے کے زیور، حضرت رومال میں باندھے اور اگلے دن وہ زیورات اللہ کے راستے میں پہنچادیئے، اب اگلے دن میں گھر میں تھی تو محلے کی عورتیں دیکھنے کے لئے آئیں تو جب شادی ہوتی ہے تو دلہن کو دیکھنے کے لئے بوڑھی بوڑھی عورتیں آتی ہیں، وہ دلہن کو کم دیکھتی ہیں، اپنے دلہن کے زمانے کو زیادہ یاد کرتی ہیں تو کہنے لگیں، بوڑھی عورتیں آگئی دو تین اور انہوں نے مجھے دیکھا تو میرے جسم پر زیور ہی نہیں، ان میں سے ایک بوڑھی فتنے کی تھی، وہ کہنے لگی، یہ تو بات کے بوجھ بنی ہوئی تھی، لگتا ہے اس نے اس سے جان چھڑائی ہے، کہنے لگی جب میں نے یہ سنا تو میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، مجھے روتے ہوئے دیکھا فرمایا: خیریت ہے! میں نے کہا: نہیں نہیں، بس آپ مجھے میرے والد صاحب کے گھر چھوڑ دیں، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے میری خواہش کا احترام کیا، اور مجھے اسی وقت لے کر میرے والد کے گھر چھوڑ دیا، اس زمانے میں مردان خانہ الگ ہوا کرتا تھا، زنان خانہ الگ ہوتا تھا مرد لوگ مردان خانے میں رہتے تھے اور بوقت ضرورت گھر کی عورتوں سے ملاقات کرتے تھے، کہنے لگیں میں دو دن وہاں رہی، تیسرے دن میرے والد صاحب زنان خانے میں آئے تو نظر پڑی، کہا: بیٹی تم یہاں ہو، تو پتہ چلا کہ یہ تو ایک ہی دن رہ کر آگئی پوچھا کیوں؟ کہنے لگیں تو میں نے پھر رونا شروع کر دیا کہ میرے ساتھ تو یہ ہوا تو میں نے زیورات خوشی سے اپنے نفس سے دیئے تھے، مگر اوروں کا جو طعنہ تھا اس نے میرا دل دکھا دیا، تو نواب صاحب کہنے لگے، بیٹی یہ کونسی بڑی بات ہے، نواب صاحب نے ایک لاکھ روپے کے زیورات اور بنوائے، اور پھر اپنی بیٹی کو دیئے۔ اور کہا: اچھا، تم جاؤ، رخصت کر دیا، کہنے لگیں، جب میں آئی تو رات کو نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، سلام کیا، فرمانے لگے، دیکھئے، میں نے تو آپ کو ایک مشورہ دیا تھا کہ اللہ کے راستے میں دیدو، تم نے اپنی چاہت اور مرضی سے دیا تھا، اگر تمہاری چاہت نہیں تھی تو نہ دیتی، میں نے مجبور تو نہیں کیا تھا، اب تمہارے والد صاحب کے سامنے میری رسوائی ہوئی کہ میں نے مجبور کیا اور میں نے تو اس لئے کہا تھا کہ یہ سانپ اور بچھو اپنے ہاتھوں اور گلے میں کیسے پہنوگی، کہتے ہیں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ایسی توجہ تھی، تاثیر تھی کہ مجھے بالکل یہ لگا کہ میری انگوٹھیاں بچھو ہیں جو چپکے ہوئے ہیں، اور یہ سانپ ہیں جو میرے گلے میں لٹکے ہوئے ہیں، کہنے لگیں، میں نے اس وقت اپنے زیورات اتارنے شروع کر دیئے، حضرت کہہ رہے ہیں، ناں ناں، اور میں اتارتی جا رہی ہوں، سب زیورات اتار

دیئے اور میں نے کہا: اب اس کو پھر اللہ کے راستے میں دیدیجئے آج کے بعد کسی کو نہیں کہوں گی، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ایک لاکھ کے زیورات اللہ کے راستے میں بھیج دیئے، اور پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنا شروع کیا، اتنا علم پڑھا، حضرت قاری صاحب فرمانے لگے، میں نے مشکوۃ شریف اپنی دادی اماں سے سبقاً سبقاً پڑھی ہوئی ہے تو یہ نہیں ہوتا تھا کہ سارے غریب غرباء ہوتے تھے، علم حاصل کرتے تھے امراء کے بیٹے بیٹیاں علم حاصل کرتے تھے، علم تو ایک نعمت ہے ہاں: فقیر طلبہ بھی ہوتے تھے اور اتنی قربانیوں سے پڑھتے تھے کہ ان کی قربانیاں دیکھ کر انسان حیران ہوتا تھا انہوں نے مثالیں قائم کر دیں، دین کے علم کو حاصل کرنے کے لئے مجاہدات کرنے کی۔

یہ اشراف ہے

میر مبارک بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ محدث تھے، پڑھانے کا وظیفہ نہیں لیتے تھے، چنانچہ کئی کئی دن کا فاقہ، ایک مرتبہ وضو کر کے اٹھے، تو چکر آیا اور گر گئے، ان کا شاگرد جس کا نام تھا میر حسین، اس نے حضرت کو اٹھایا، پوچھا استاذ جی خیریت ہے! بتایا آج پانچواں دن ہے فاقے کا، اس نے حضرت کو آگے بٹھایا، اور وہ چلا گیا، حضرت کو دل میں کھٹک گئی کہ میں بتا تو بیٹھا ہوں کہ فاقہ ہے، کچھ لے نہ آئے، اور وہی ہوا کہ وہ تھوڑی دیر کے بعد کھانا لے کے آگیا، حضرت کھانا کھایئے، فرمایا نہیں: مخلوق سے طمع رکھنا اس کو شریعت میں ''اشراف'' کہتے ہیں اور یہ حرام ہے، بولے کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا، ہمارے جیسے ہوتے تو کہتے: اللہ کی مدد آگئی، مگر ان حضرات کے اندر تقویٰ اتنا تھا اس نے کہا: کہ جی آپ کھا لیجئے، فرمایا: کہ نہیں چوں کہ میرے دل میں ایک امید لگ گئی تھی کہ یہ کھانا لے کے آئے گا، اب میں یہ کھانا نہیں کھا سکتا، مگر

وہ شاگرد بھی متقی پرہیز گار، سمجھ دار ہوتے تھے، اس نے اصرار نہیں کیا، اور کھانا لے کے واپس چلا گیا، نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد پھر پانچ منٹ بعد واپس آیا ،حضرت جب میں نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا تو امید تو کٹ گئی تھی، لے گیا، ہاں اب کھالیں، تو حضرت نے کھانا تناول فرمایا۔

آج کل تو لوگ امیدیں لگائے بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں صاحب تحفہ دیں گے اور بعض تو ایسے ہیں کہ اصرار کر کے تحفہ مانگتے ہیں اور اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔اس لئے ہمیشہ دینے کی فکر کرنی چاہیئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اللہ تعالیٰ صورت کو نہیں قلوب کو دیکھتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْراً اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً مُّبِیْناً. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو!

اللہ تعالیٰ ظاہری شکل وصورت کو نہیں دیکھنا حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ. اللہ تعالیٰ تمہارے صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں یعنی تمہارے دلوں میں کس کی محبت ہے کس کا خوف ہے احکام شرع کی کتنی پابندی کرتے ہو اس وقت میں آپ کے سامنے ایک صحابی رسول اسعد اسود رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کرتی ہوں۔

حضرت سعد اسود ؓ ایک جوان قابل قدر صحابی تھی، ان کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں عجیب وغریب انداز سے نقل کیا گیا ہے، حضرت انس ؓ سے امام عزالدین ابن الاثیر ؒ نے اسد الغابہ کے اندر مفصل طور پر نقل فرمایا ہے، اس مفصل روایت کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ حضرت سعد اسود ؓ نہایت کالے اور نہایت بدصورت تھے، انہوں نے اپنی شادی کیلئے مدینہ منورہ کے ہر قبیلہ میں پیغام پیش کیا اور بڑی کوششیں کیں مگر ان کی بدصورتی اور ان کے زیادہ کالے ہونے کی وجہ سے کسی نے اپنی لڑکی ان کو دینا پسند نہیں کیا۔ حضرت سعد اسود ؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا میرا کالا پن اور بدصورتی مجھے جنت میں داخل ہونے سے روک سکتی ہے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر تم اللہ اور رسول پر ایمان لا چکے ہو اور تقویٰ اور پرہیز گاری کا راستہ اختیار کر چکے ہو تو ایسا ہرگز نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارا بہت بلند مقام ہوگا۔ تو حضرت سعد اسود ؓ نے کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان ثابت کیا، اور حضور اقدس ﷺ کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جو آپ کو مجلس میں نہیں آتے ہیں دونوں قسم کے لوگوں کے یہاں میں نے اپنی شادی کا پیغام دیا ہے، لیکن میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی بھی اپنی لڑکی دینے کیلئے تیار نہیں ہے، تو حضور اقدس ﷺ نے ان کیلئے مدینہ منورہ کی سب سے خوبصورت اور سب سے باعزت گھرانے کی پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی منتخب فرمائی۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم عمیر بن وہب ثقفی ؓ کے پاس جاؤ ان کی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ سمجھدار ہے اس کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا اور تم جا کر عمیر بن وہب ثقفی ؓ کو میرا پیغام سنا دینا کہ ان کی لڑکی کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔

جب حضرت سعد اسود ؓ نے جا کر لڑکی کے ماں باپ کو اطلاع دی تو ماں باپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور واپس کر دیا، جب لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو ماں باپ سے کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے خلاف وحی نازل نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غصب سے بچیئے، میں تو اپنے لئے اس کو پسند کرتی ہوں جس کو اللہ اور رسول ﷺ نے پسند فرمایا ہے، اس لڑکی کے بھی کمال ایمان کی انتہا ہوگئی کہ اس نے دلوں کو دیکھا، صور کو نہیں دیکھا، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشی کو دیکھا، جب لڑکی کے ماں باپ حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں گئے تو حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ تم نے میرا بھیجا ہوا آدمی واپس کر دیا، تو انہوں نے شرمندگی کا اظہار کیا، اور توبہ کی اور عرض کیا کہ ہم کو شبہ ہوا کہ انہوں نے کہیں جھوٹ نہ کہا ہو، ہم تو آپ کے تابع ہیں، ہم ان کو اپنی لڑکی دیتے ہیں، چنانچہ ماں باپ نے اپنی چہیتی بیٹی کو حضرت سعد اسود ؓ کے حوالے کر دی۔ لڑکی نے ماں باپ سے کہا تھا کہ جب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس میں کسی کو اختیار نہیں رہتا اور لڑکی نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا. (سورہ الاحزاب:۳۶) ''اور کسی مرد مومن اور عورت کے لئے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا''۔

اللہ ورسول ﷺ کے فیصلہ کے بعد کوئی اختیار نہیں

اس کے بعد حضرت سعد اسود ؓ اپنی بیوی کے لئے بازار سے کچھ سامان خریدنے کے لئے تشریف لے گئے، اسی اثناء میں جنگ کا اعلان ہوا، تو انہوں نے

بیوی کے لئے سامان خریدنے کے بجائے اسی پیسہ سے تلوار، نیزہ، گھوڑا وغیرہ جنگی سامان خرید لیا، اور جنگ میں جا کر لڑتے لڑتے شہید ہوگئے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے سر مبارک کو اپنی گود میں لیا اور پھر ان کی تلوار اور گھوڑا وغیرہ ان کی بیوی کے پاس بھیجا اور ان کے سسرال والوں سے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری لڑکی سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں سے آحرت میں اس کی شادی کرادی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری خوبصورتی کو نہیں دیکھتا بلکہ اندرونی سیرت اور قلوب کو دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ (اسد الغابہ: ۲/۱۸۴)

اس زمانہ میں کوئی غریب آدمی بھی اپنی خوبصورت لڑکی انتہائی کالے شخص کے حوالے نہیں کرسکتا، اور اگر اللہ نے مال عطا کردیا ہے تو مت پوچھئے اخبارات میں اشتہار آئیں گے لڑکی کے اوصاف اس کی قابلیت بیان کی جائیگی اور آخر میں لکھا جائے گا کہ شادی معیاری ہوگی شہر کے سب سے مہنگے شادی محل میں شادی کی جائیگی اور ہزاروں نے نہیں بلکہ لاکھوں روپے خرچ کرکے سنتوں کو جنازہ نکالا جائے گا اللہ فرماتے ہیں فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

رنگین یہ دنیا یا درہی..........

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

سامعین باوقار ماؤں اور بہنو! شادی کے معاملہ میں شریعت مطہرہ نے سادگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اس کے لئے اہتمام کرنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ جب لڑکی بالغ ہوجائے اور اس کا رشتہ مل جائے تو اس کا نکاح کردیں۔

مولانا مفتی ناصرین الدین صاحب مظاہری ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم میں لکھتے ہیں کہ: وہ بھی ایک بچی کا باپ تھا، ہر باپ کی تمنا وخواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ یا بچی جب جوان ہوں گے تو اچھا سا رشتہ تلاش کرکے دھوم دھام سے شادی کروں گا۔

اس دنیا میں باپوں کی کوالٹیز بالکل یہاں کے باشندوں کی طرح ہیں، کسی کے پاس دولت وثروت کے انبار ہیں تو اولاد نہیں ہے، کسی کے پاس وسائل کی کثرت ہے تو بڑھاپے کی لاٹھی نہیں، کوئی بے سہارا غریب اور ایک ایک روٹی کا محتاج ہے، تو اس کے درجنوں اولاد موجود ہیں، جس میں اکثریت بچیوں کی ہے۔

بچی! جو بہر حال ہر گھر کے لئے رحمت ہوتی ہے جو اپنے بھائیوں کے لئے سراپا اخلاص، اپنے والدین کے لئے مکمل خادم، اپنے شوہر کے لئے سراپا پیکر مہر ومروت، اپنے بچوں کے لئے شفقت ومحبت کا سنگم، لیکن جن غریب گھرانوں میں بچیاں جنم لیتی ہیں وہاں اس کی پیدائش پر خوشی کے باوجود والدین خوش نہیں ہو پاتے، کیونکہ ان کے سامنے آنے والے کل بچی کی جوانی ہوتی ہے، داماد کی فرمائشیں ہوتی ہیں، جہیز کے اخراجات ہوتے ہیں، ظالم باراتیوں کی ضیافت کا لمبا چوڑا میدان ہوتا ہے، بچی کی شادی کے بعد بھی داماد کی حریص ولالچی طبیعت اور بات بات میں هَلْ مِنْ مَّزِيْدُ کا خطرہ دھڑکا ہوتا ہے۔ وہ لڑکی بھی اکلوتی، گھرانے کی لاڈلی، ہر آنکھ کا تارہ، ماں باپ کی دلاری، نازونعم میں پلی بڑھی، اور جب جوان ہوئی تو باپ نے اس کی شادی کے سلسلہ میں وہ وہ تکلفات کیئے کہ دوسرے امیر بھی عش عش کر اٹھے، ہر جگہ اس باپ کی اعلیٰ پیمانے کی تیاریاں موضوع بحث بنیں، ہر گھر میں بچی کی سعادت اور دولہا کی خوش قسمتی پر باتیں ہونے لگیں۔

شادی کے سلسلہ میں طرفین میں معاہدے، لڑکے والوں نے کہا کہ بارات کسی گھر، گھیر یا باغ وباغیچہ میں نہیں شہر کے عالیشان پانچ ستارہ ہوٹلوں میں قیام کرے گی، ہمارے باراتی کسی پنڈال میں کھانا ہیں کھائیں گے، کھانا بھی ہوٹل میں کھلایا جائے، پھر جہیز کی بابت گفتگو ہوئی، لڑکی کے باپ نے کہا کہ میں ہر باراتی کو اپنی طرف سے ایک ایک ہزار روپئے کا ہار بھی پہناؤں گا۔

بہرحال آپ نے دیکھا کیا ان معاہدوں میں کہیں بھی سنت کا خیال رکھا گیا، کہیں بھی سرکار دوعالم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آئیڈیل بنایا گیا، کسی کی زبان پر سادگی یا کم خرچ پر بات ہوئی؟ نہیں بالکل نہیں۔ شادی کارڈ بنے، صرف مالداروں کو دعوت دی گئی، شادی کی تاریخ آگئی، باراتیوں کو ان کی شایان شان کھانا کھلایا گیا، جہیز دینے میں لڑکی والوں نے لڑکے کی فرمائشوں سے زیادہ دل کھول کر مظاہرہ کیا، اور پھر آن بان شان سے لڑکی رخصت کر دیا گیا۔

قارئین کرام! اس پورے تذکرہ میں کہیں بھی آپ کو ''نکاح'' ہوتا نظر آیا، ظاہر ہے جواب نفی میں ہوگا کیونکہ نکاح ہوا ہی نہیں، اور اس کا پتہ اس طرح چلا کہ ایک عورت نے لڑکی کی ماں سے پوچھ لیا کہ مہر کتنا ہے؟ لڑکی کی ماں، مالدار گھر کی بہو، دولت اور دنیاداری کی تصویر مجسم اسے بھی پتہ نہیں تھا کہ مہر کتنا ہے، اس نے لڑکی کے باپ کو فون کیا اور پوچھا کہ مہر کتنا رکھا گیا ہے؟ اب باپ کو ہوش آیا او رانا اللہ پڑھ کر کہنے لگا کہ اوہو! نکاح کا تو خیال ہی نہیں رہا، باپ نے فوراً بارات والوں کو فون کیا اور ان سے کہا کہ بارات جہاں کہیں پہونچی ہو وہیں روک لو! بارات رک گئی، لڑکی کا باپ ایک مولانا صاحب کو ساتھ لے کر وہاں پہونچا اور سڑک پر کھڑے کھڑے نکاح پڑھوا کر بارات کو رخصت کر دیا۔

یہ دنیا کس قدر عجیب ہے! مالدار بھی پریشان، غریب بھی حیران، اپنے بھی ناخوش، غیر بھی نالاں، پڑھے لکھے بھی سراپا حیرت، ان پڑھ وجاہل بھی عاجز و سرگرداں، دولت ہے تو اولاد نہیں، اولاد ہے تو دولت نہیں، غربت ہے تو اولاد کی کثرت، فارغ البالی ہے تو ایک اولاد بھی نہیں، دولت کی تقسیم کی طرح اولاد کی تقسیم بھی نرالی ہے، اس مشکل کو حل کرنا اور لاینحل مسئلہ کو آسان تر بنانا انسانوں ہی کا کام ہے، دولت مند غریبوں کیلئے رحم کا جذبہ اپنے اندر پیدا کر لیں تو مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے کس طرح نکاح فرمائے

جس طرح سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی پاکیزہ زندگی کے پاکیزہ نقوش ہمارے لئے چھوڑے ہیں، ہم ان کو اختیار کرکے معاشرے میں باعزت رہ سکتے ہیں، حضرت رسول اللہ ﷺ جو دنیا وآخرت میں سب سے عظیم ہیں، لیکن دولت وثروت ندارد، حضرت رسول اللہ ﷺ نے دونوں طرح سے عمل کرکے اپنی قوم کو دکھا دیا کہ انسان اگر چاہے تو مشکلات کو دور کرنے کا حل اسی کے پاس ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے امیر وکبیر صحابی کے عقد میں دیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب فرمایا، جن کے پاس دولت کا تصور بھی نہیں تھا، خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صاحب ثروت کے داماد بنے، تو دولت وثروت سے تہی دامن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی داماد بنے، آنحضرت ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہی تو آپ ﷺ کبیدہ نہیں ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی منشاء اور رضاء کو پیش نظر رکھا، اور یتیموں کی کفالت، دوسروں کی اولاد کو متبنیٰ بنالیا، اس طرح خانگی مشکلات اور تفکرات بھی ختم ہوگئے اور امیر وغریب کے امتزاج نے ہر گھر میں خوشیاں بکھیر دیں۔

آج ہم نے شادی کو بہت بڑا مسئلہ بنالیا اسلئے لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وقت پر شادیاں نہیں ہورہی ہیں لڑکیاں جوان ہوکر گھروں میں بیٹھی ہیں اسلئے والدین کے پاس جوڑے کیلئے پیسے نہیں لڑکے کی مانگ پوری کرنے کی وسعت نہیں اس طرح لڑکے اور لڑکی دونوں ہی بن بیاہے بیٹھے ہیں جس سے معاشرے میں برائیاں پھیل رہی ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو برکت والا نکاح اور سکون وچین والی زندگی عطا فرمائے۔ آمین!

سلام ہے علماء اور طلباء کی عظمت کو

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ عزیزہ طالبات! اس امت کے افراد نے علم دین حاصل کرنے کیلئے جو محنتیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں اور اسفار کثیرہ کی صعوبتوں کو جھیلا ہے آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میل کا سفر کرتے تھے جب کہ اس زمانہ میں ریل تو درکنار سائیکل بھی نہیں ہوا کرتی تھی۔ پیدال ہی سفر کرنا پڑتا تھا جنگل وبیابان کی خاک چھانا کرتے تھے ایک ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے کئی کئی دن پیدل سفر کرکیا کرتے تھے ایک ملک سے دوسرے ملک کو جاتے تھے اور علم حاصل کرتے تھے واقعی یہی لوگ تھے حقیقی طالب علم اور انہیں لوگوں کے ذریعہ دین اسلام کو محفوظ رکھا گیا آج جب کہ ہر طرح کی سہولتیں میسر ہوگئیں

رہنے سہنے کا انتظام ہوگیا کھانے کا بندوبست ہوگیا اساتذہ ومعلمات خود آکر درسگاہ میں پڑھا رہی ہیں مگر طلبا وطالبات اس لگن سے نہیں پڑھتے جیسا کہ پڑھنا چاہئے۔

حضرت ابو جعفر منصور حدیث کا عالم تھا، ایک مرتبہ وزراء نے کہہ دیا کہ آپ کو اللہ نے دنیا کی اتنی نعمتیں دی ہیں، قیل لابی جعفر منصور هل بقی من نعم الدنیا شئ (کوئی ایسی بھی خواہش ہے جو پوری نہ ہوئی) قال: شئ واحد ایک بات میری پوری نہیں ہوئی، قالوا ماهو. کہنے لگے کون سی قال: کہنے لگا: قال المحدث للشیخ حدثنی. کہ وہ شاگرد جو اپنے شیخ کو کہتے ہیں نہ اے استاذ ہمیں حدیث سنائیے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس علم ہوتا کوئی مجھ سے بھی علم حاصل کرتا، دوسرا دن ہوا قال فغدا علیه الوزراء والند تو جو وزراء تھے کام کرنے والے تھے، وہ اپنے کاغذ قلم اور دواتیں لے کر آگئے اور وہ سامنے بیٹھ گئے، فقالوا: آپ ہمیں حدیث سنائیے، فقال: اس وقت ابو جعفر منصور نے کہا ان وزراء کو لستم بهم (تم طالب علم نہیں ہو) انما هو الدنسة ثیابهم طالب علم تو وہ تھے کپڑے میلے ہوتے تھے۔ المغبرة وجوههم چہرے ان کے گرد آلود ہوتے تھے، المشققة ارجلهم ان کے پاؤں کی ایڑیوں کا گوشت پھٹا ہوا ہوتا تھا، الطویلة شعورهم ان کے بال بڑے ہوتے تھے، رُواد الآفاق، دنیا کی خاک چھانتے تھے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے، قطاع المسافات مسافتوں کو پیدل طے کرنے والے ہوتے تھے، تارة بالعراق، تارة بالحجاز کبھی وہ عراق جاتے تھے حدیث لینے کے لئے تو کبھی حجاز جاتے تھے، وتارة بالشام وتارة بالیمن کبھی شام جاتے تھے کبھی یمن جاتے تھے، فهؤلاء نقلة الحدیث حدیث کی نقل کرنے والے، حدیث لینے والے یہ لوگ ہوا کرتے تھے، جنہوں نے دنیا کی مشقتیں اٹھائیں۔ مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کو جمع کیا، سینے سے لگایا، مبارکباد کے لائق ہیں وہ نوجوان۔

آپ تو اللہ کے چنیدہ بندے ہیں

اپنی قسمت پر اللہ رب العزت کا شکرادا کرو، اللہ رب العزت نے آپ کو اس دین کے لئے چنا ہے، آپ اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں اور اس کی دلیل قرآن عظیم الشان میں ہے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں ثم اورثنا الکتب پھر میں نے کتابوں کا وارث اپنے ان بندوں کو بنایا۔ اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا جو میرے بندوں میں سے چنے ہوئے بندے تھے، کتاب کے وارث وہی بنتے ہیں جن کا اللہ کے یہاں چناؤ ہوتا ہے، یہ خوش نصیب اگر چہ ظاہر میں معمولی کپڑے پہنتے ہیں، مشقتیں اٹھاتے ہیں، مگر ان کا مقام اللہ کے یہاں بہت بلند ہے، ذرا غور کیجئے، آپ مختلف لوگ صبح کرتے ہیں کسی کے سامنے اللہ رب العزت نے کپڑا رکھ دیا، وہ کپڑے کو کاٹتا ہے، جوڑتا ہے، ہم اس کو درزی کہتے ہیں، کسی کے سامنے اللہ نے لکڑی کو رکھدیا، لکڑی کا کاٹتا ہے اور جوڑتا ہے فرنیچر بناتا ہے، ہم اس کو کارپینٹر کہہ دیتے ہیں، کسی کے سامنے اللہ رب العزت نے اینٹ کو رکھدیا، اینٹ کو دوسری اینٹ سے جوڑتا ہے ہم اسے معمار کہتے ہیں، وہ مکان تعمیر کرتا ہے، کسی کے سامنے اللہ نے لوہے کو رکھ دیا وہ لوہے کے پُرزوں کو کھولتا ہے، وہ لوہے کو جوڑتا ہے، اس سے اس کا گزران ہوتا ہے، آج کسی کے سامنے کچھ رکھا، کسی کے سامنے کچھ رکھا، عزیز طلبہ، سلام کرتا ہوں آپ کی عظمت کو، آپ صبح اٹھتے ہیں، اللہ آپ کی جھولی میں اپنا قرآن رکھ دیتا ہے، آپ کی جھولی میں اپنے محبوب کا فرمان رکھ دیتا ہے۔ آپ اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں، اللہ نے آپ کو اس کام کے لئے چن لیا، قیامت کے دن ہوگا اس وقت اصحاب صفہ کھڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، بتاؤ میرے بندو، کیا لے کر آئے، اس وقت یہ طلبہ بھی کھڑے ہوں گے، اللہ! ہم علم وعمل میں تو ان کے

پیچھے نہ چل سکے جیسے چلنا چاہئے تھا، مگر اے مولیٰ ہم نے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوششیں تو کی تھی، عمل کی اپنی اساس کیا ہے، بجز ندامت کے پاس کیا ہے۔

رہے سلامت تمہاری نسبت
ہمارا قیامت کے دن یہ آسرا ہے

اللہ ہمیں طالب علموں میں شمار کردیں۔ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے طلبہ کے سامنے ایک حدیث مبارکہ تلاوت کرتے تھے، قیامت کا دن ہوگا، اللہ کے سامنے علماء وطلباء کھڑے ہوں گے، اللہ فرمائیں گے یَا مَعْشَرَ الْعُلَمَآءَ اے علماء کی جماعت، میں نے تمہارے سینے کو علم کے نور سے اس لئے نہیں بھرا تھا، کہ آج دوسروں کے سامنے میں تمہیں رسوا کروں، آج دوسروں کے سامنے تمہارا مواخذہ کروں، فَانْطَلِقُوْا جاؤ میں نے تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا، اس دن طلباء کو پتہ چلے گا، اللہ رب کریم کی کیا نظر کرم ہوئی، اور یہ نسبت کتنی کام آ گئی، ہمارے پلے کچھ نہیں مگر اتنا ضرور ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیں گے، میرے بندو کیا کرتے تھے، عرض کریں گے، اللہ! چٹائیوں پر بیٹھتے تھے، گھٹنوں کو دیکھ لیجئے، ٹخنوں کو دیکھ لیجئے، جیسے جانوروں کے نشان پڑے ہوتے ہیں، نیچے بیٹھتے بیٹھتے ہمارے نشان پڑ گئے، میرے مولیٰ، بس اسی کو قبول کرلیجئے، ہمارے عملوں کو نہ دیکھئے گا، ہمارے عمل خالص نہیں ہیں، مگر مولیٰ کوشش کیا کرتے تھے، میرے مولیٰ یہ وہ وقت تھا جب لوگ انگریزی تعلیم کے لئے بھاگتے تھے، کالج یونیورسٹیوں کیلئے بھاگتے تھے، ہمارے لئے مدرسوں میں جانا بھی طعنہ بنتا جارہا تھا، اپنے پرائے سمجھتے تھے، ان کاموں میں لگے ہوئے ہو، اللہ یہ وہ وقت تھا، مگر اللہ! اس وقت میں!

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

میرے اللہ! اور ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالیجئے، اللہ تعالیٰ سب طلبہ کو علم نافع عطا فرمائے، اور ہمیں قیامت کے دن اپنے اکابر کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائیے۔

علم دین حاصل کرنے والوں کے لئے بڑی بشارتیں وارد ہوئی ہیں حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ عِلْمٍ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعُ" جو علم حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں رہتا ہے جب تک لوٹ نہ آئے، ایک اور حدیث میں ہے ان لوگوں کے لئے آسمان زمین کی تمام مخلوقات حتی کہ سمندر میں مچھلیاں اور خشکی میں سوراخوں میں چونٹیاں مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں۔ اللہ ہمیں بھی علم دین حاصل کرنے کیلئے قبول فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

میزبانی اور مہمانی کے آداب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاهِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ. اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ. فَرَاغَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ. فَقَرَّبَهٗ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ مشفق ومہربان عزیزہ طالبات!

قرآن کریم کی چند آیتیں میں نے پڑھی ہیں جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی میزبانی کا ذکر کیا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے گھر چند فرشتے انسانی شکل وصورت میں تشریف لائے، جن کا قوم لوط کو عذاب دینا اور ابراہیم علیہ السلام کو ایک بیٹے

کی بشارت دینا تھا چونکہ فرشتے انسانی شکل وصورت میں آئے تھے اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ان کو مہمان سمجھ کر کھانے کا بندوبست کیا اور بھنا ہوا ایک بچھڑا ہی خدمت میں پیش کر دیا مگر وہ تو فرشتے تھے ان کو کھانے پینے کی حاجت نہیں ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ چند اجنبی مہمانوں کی آمد ایک بچھڑا ہی پیش کر دیا۔ اسلام نے بھی مہمان نوازی کا حکم دیا ہے۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع کے لئے آداب سکھائے، تاکہ پورا معاشرہ باادب وباسلیقہ ہو اور کسی کو کسی کی طرف سے شکایت نہ ہو۔ خصوصاً میزبان کسی مہمان کی وجہ سے حرج میں مبتلا نہ ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں مہمانوں سے خطاب فرمایا کہ میزبانوں کا پاس ولحاظ رکھنا بھی انتہائی ضروری ہے، یعنی کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بلاتکلف میزبان کے گھر سے باہر نکل جائیں، تاکہ میزبان اپنے باقی ماندہ کام کر سکے۔ یا کسی ضروری کام میں مشغول ہو، وغیرہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں پردے کے حکم کے بارے میں زیادہ جانتا ہوں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ زیب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا موقع تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح مدینہ منورہ میں کیا تھا۔ دن چڑھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی دعوت فرمائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت تک دوسرے لوگ (کھانے سے فارغ ہوکر) جا چکے تھے۔ آخر آپ بھی کھڑے ہو گئے اور چلتے رہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر پہنچے، پھر آپ نے خیال کیا کہ وہ لوگ (بھی جو کھانے کے بعد گھر بیٹھے رہ گئے تھے) جا چکے ہوں گے۔ (اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے) میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آیا، لیکن وہ اب بھی اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ پھر

واپس آگئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ دوبارہ واپس آیا۔ آپ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر پہنچے، پھر وہاں سے واپس ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، اب وہ لوگ جا چکے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ لٹکایا اور پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''پھر جب تم کھانا کھا چکو تو دعوت والے کے گھر سے اٹھ کر چلے جاؤ''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۱۶۳)

خادم کو بھی ساتھ میں کھانا کھلائیں

دین میں ہر ایک کی خدمت کا اعتراف مطلوب ہے اگرچہ کہ وہ تنخواہ دار یا خادم ہی کیوں نہ ہو۔ دوسروں کے جذبات اور احساسات کو ٹھیس پہنچائے بغیر ہر ایک کی قدر کرنا، ہر ایک کا احترام کرنا ہر ایک سے حسن سلوک کرنا، یہ اسلام کی اعلیٰ قدریں ہیں جس کی نظیر دیگر تہذیبوں میں نہیں ملتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کا خادم اس کا کھانا لائے تو اگر وہ اسے اپنے ساتھ نہیں بٹھا سکتا تو کم از کم ایک یا دو لقمہ اس کھانے میں سے اسے کھلا دے۔ (کیوں کہ) اس نے (پکاتے وقت) اس کی گرمی اور تیاری کی مشقت برداشت کی ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۴۶۶)

عظیم ایثار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں ہم کو ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے ان کی مہمان نوازی اور میزبانی کا طریقہ اور ان کے ایثار وقربانی کا پتہ چلتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے یہاں کوئی مہمان آئے کاشانہ نبوی میں کھانے کے لئے نہیں رہا ہوگا جس سے مہمان کی ضیافت کی جا سکے اس لئے ایک صحابی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مہمان رسول کو

اپنے گھر لے کر گئے گھر والی سے معلوم کیا گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کو لے کر آیا بیوی نے کہا کہ بچوں کے کھانے کے لئے ہے۔ میں بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دیتی ہوں اور آپ مہمان کے ساتھ بیٹھ جائیں مگر کھانا تو کم ہی ہے اس لئے چراغ درست کرنے کے بہانے گل کردونگی اور آپ مہمان کے ساتھ منہ چلاتے رہیں تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھالے۔ چنانچہ عقلمند اور اللہ ورسول ﷺ سے محبت کرنے والی بیوی نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ آسمان سے وحی نازل ہوگئی۔ وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ یہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیم کا نتیجہ تھا کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

حسد ایک مہلک نفسیاتی مرض ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات! اخلاقی بیماریوں میں سے بڑی ہی خطرناک بیماری حسد ہے کہ انسان دوسروں کی خوبیوں کو دیکھ کر جلنے لگے جس کو بھی یہ روگ لگ گیا تو اس کی دنیا بھی تباہ، آخرت بھی برباد، زندگی کا چین وسکون اور راحت وآرام غارت ہوجائے گا بلکہ اپنی اس مہلک بیماری کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتا ہے کسی کو اچھی حالت میں دیکھ کر اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر حاسد آسمان پر چلا جائے تو وہاں بھی اپنی اس بیماری کی وجہ سے سکون نہیں پائے گا بلکہ وہاں بھی پر؟ یشان ہی رہے گا اس لئے

حسد جیسی خطرناک بیماری سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے۔ شیخ مصطفیٰ لطفی منفلوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے شاید ہی کسی کی حالت زار پر رونا آتا ہو، جتنا حاسد کی بیچارگی پر آتا ہے، حاسد بیچارہ چاہتا ہے کہ وہ محسود سے ان ساری نعمتوں کا انتقام لے لے جو خدا نے اپنے فضل سے اسے بخشی ہیں، صبح وشام کی بس یہی ایک آرزو اس کی آبلہ پائی میں باعث ہوتی ہے کہ روز وشب کی آمد وشد کسی ایسے سانحہ کو جنم دے دے جس میں اس کے محسود کی ساری نعمتیں چھن جائیں، زمانہ کوئی ایسی مصیبت نازل کردے جو برق تپاں بن کر اس پر گرے اور لمحوں میں اس کے خرمن حیات کو خاکستر کر جائے، حالانکہ حاسد کو شاید پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اس فعل کے ذریعے محسود کا نقصان نہیں، بلکہ فائدہ کر رہا ہے، اپنے خون جگر سے اسے وہ آب حیات پلا رہا ہے جو اسے عنقریب حیات جاودانی بخشنے والا ہے اور اس کی رہنمائی ایک ایسے راستے کی طرف کر رہا ہے، جہاں سے عز وشرف اور عروج وسربلندی کی منزل زیادہ دور نہیں۔

حاسد کا چہرہ صلاحیتوں اور نعمتوں کو ناپنے کا ایک عمدہ پیمانہ ہوتا ہے، وہ دراصل ایک ایسی اسکرین کی مانند ہوتا ہے جس کے بدلتے رنگ اور وقفے وقفے سے اس پر ابھرتی ہوئی آڑی ترچھی لکیروں کے ذریعے اس کے اندرون میں چل رہے پروگرام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اگر آپ کو اپنی کسی صلاحیت کی قیمت کا اندازہ لگانا ہے تو اس کا اظہار اپنے حاسد کے سامنے کیجئے پھر ترچھی نظروں سے اس کے چہرے کا مشاہدہ کیجئے، ناپسندیدگی اور انقباض کے جتنے سیاہ بادل اس کے چہرہ پر منڈلاتے نظر آئیں آپ اپنی صلاحیت کو اتنا ہی روشن اور تابناک سمجھئے۔

خدا نے اپنے بندوں کو جن نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، ان میں سب سے کم تر درجے کی نعمت وہ ہے جس پر کوئی حسد کرنے والا نہ ہو، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی کم تر درجے کی نعمت بھی اعلیٰ مراتب حاصل کرے تو خدارا اسے حاسدوں کے بازار

میں لے جایئے۔ ناقدروں کی منڈی میں رکھئے، اگر وہاں اس کی تحقیر کی کوشش کی جائے اور اسے بے فائدہ اور بے کار قرار دیا جائے تو خوش ہو جایئے کہ آپ کی آرزو بھی پوری ہوگئی اور حاسدوں نے بھی اسے سند فضیلت عطا کردی۔اگر آپ دو آدمیوں کے بیچ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں کون برتر ذہنیت کا مالک اور کون پست ذہن ہے تو دیکھئے کہ ان میں کون اپنے ساتھی کو پریشان دیکھنے کا خواہاں، اس کے کارناموں پر پردہ ڈالنے والا اور اس کی عزت کو داغدار اور اس کی شخصیت کو مجروح کرنا چاہتا ہے، ان میں سے جو بھی ایسے کردار کا مالک ہو سمجھ جایئے کہ دونوں میں یہ شخص انتہائی گھٹیا اور رذیل ہے۔

ہر گناہ کی ایک سزا مقرر ہے

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی ہر گناہ کی ایک سزا مقرر کر رکھی ہے جو گنہگار کو اس وقت ملتی ہے جب اس کا متعین وقت آ جاتا ہے، چنانچہ شرابی شراب کی سزا اس وقت پاتا ہے جب بیمار پڑتا ہے، جواری جوئے کی سزا تب پاتا ہے جب فقر و فاقے کی مصیبت آن پڑتی ہے چور کی مصیبت اس وقت آتی ہے جب جیل کی کال کوٹھری اس کا مقدر بنتی ہے، لیکن حاسد کا حال ان سب سے برا ہوتا ہے، اس کا تو پورا وجود سرتا پا سزا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک لمحہ کو بھی اسے چین میسر نہیں آتا، اسے تو نعمت اور فضل خداوندی کی ہر وہ جھلک اذیت پہنچاتی ہے۔ جو اسے دوسروں کی جھولی میں نظر آتی ہے اسے دوسروں کی صلاحیتوں کا ہر وہ نظارہ تکلیف دیتا ہے جو اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزرتا ہے۔نعمت اور فضل الٰہی تو ایسی چیزیں ہیں جو ہر وقت انسان پر سایہ فگن رہتی ہیں اور نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتیں، بس مناظر اور مظاہرہ بدلتے رہتے ہیں، اب ذرا اس شخص کا تصور کیجئے جسے اسطرح کے ہر منظر سے تکلیف

ہوتی ہو، ظاہر ہے اس کے غموں کا سلسلہ بھی لامتناہی ہوگا اور شاید اسے سکون دل اور قرار تبھی میسر آئے، جب اس کی آنکھیں پتھرا جائیں اور دل دھڑکنا بند کر دے۔

حسد مہلک بیماریوں میں سے ایک بیماری ہر مرض کا خالق نے ایک علاج پیدا کیا ہے، حاسد کے مرض کا علاج یہ ہے کہ وہ جس سے حسد کر رہا ہے اس کی زندگی کا جائزہ لے اور ان خصوصیتوں کا باریک بینی سے مطالعہ کرے، جن کے ذریعے وہ ان نعمتوں کا مستحق ٹھہرا ہے اور جو اس کے حسد کا باعث ہیں اور میرے خیال میں تجزیے کے اس عمل میں اسے اتنی مشقت اور ذہنی اذیت نہ اٹھانی پڑے گی جتنی اسے محسود کی قدر و منزلت گھٹانے اور اسے رسوا کرنے میں اٹھانی پڑتی تھی اگر وہ اس کے مال پر حسد کر رہا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ مال اس نے کیسے کمایا ہے، اگر علم باعث حسد ہے تو اسے علم و ادب سیکھنا چاہئے، اگر وہ ایسا نہ کر کے حسد کی روش اختیار کرتا ہے تو گویا اپنی زندگی کو جہنم میں جھونکتا ہے۔

حاسد کو کبھی چین سے رہتے نہیں دیکھا
سیماب کو یکجا کبھی رہتے نہیں دیکھا

حسد اور رشک میں فرق

حسد کے مانند ایک لفظ رشک ہے ایک حدیث میں حسد ہی کو رشک سے تعبیر کیا گیا مگر حسد اور رشک میں واضح فرق یہ ہے کہ حسد تو کسی حال میں جائز نہیں لیکن رشک کو شریعت نے دو شخصوں کے بارے میں جائز قرار دیا ہے سب سے پہلے رش کا مبنی جان لینا چاہئے رشک کہتے ہیں کسی کی محبوب شئی دیکھ کر اپنے لئے بھی اس جیسی ہونے کی تمنا کرنا یہ ہے رشک اگر اللہ نے کسی کو مال عطا کیا ہے اور وہ مال راہ خداوندی میں خوب خوب خرچ کر رہا ہے تو یہ تمنا کرنا کہ کاش ہمارے پاس مال ہوتا تو

ہم بھی اسی کی طرح خرچ کرتے اسی طرح کوئی بڑا عالم ہے تو دوسرے کے لئے یہ تمنا کرتا کہ کاش میرے پاس بھی اسی طرح علم ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا میں بھی لوگوں کو تعلیم دیتا تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دیتا یہ ہے رشک اس میں کو حرج نہیں اور حسد میں دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا کی جاتی ہے تو کسی صورت میں جائز نہیں جب کوئی شخص کسی کی نعمت کو دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرتا ہے تو محسود کی نعمت تو زائل ہوتی نہیں البتہ حاسد کی صحت اس کے ذہن ودماغ پر بہت برا اثر پڑتا ہے جو ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ یا اللہ حسد سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین! ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

بارش کے ذریعے رزق کا انتظام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ، وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو!

اللہ تعالیٰ نے بارش کے ذریعہ ہر مخلوق کو روزی نظم کیا دنیا کے اندر بہت ساری مخلوق ہیں ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ نے روزی مہیا فرماتے ہیں بلکہ ہر جاندار کو پانی ہی سے پیدا فرمایا خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔

”اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ“

کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک جاندار چیز کو۔

محترم پروفیسر شہزاد حسن صاحب لکھتے ہیں کہ بارش ہوتی ہے تو پانی کو ترسی ہوئی زمین پھبک اٹھتی ہے، مٹی نرم پڑتی ہے اور انسان قسم قسم کے غلوں اور پھلوں کے بیج لے کر حرکت میں آتا ہے۔ زمین پر ہل چلاتا ہے، بیج بوتا ہے اور پھر کھیت لہلہا اٹھتے ہیں۔ باغوں میں رنگ برنگے پھول بہار دیتے ہیں۔ درختوں پر پھول اور پھل آتے ہیں۔ انسان خوش اور مطمئن ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے جانوروں کی غذا اور درحقیقت زندہ رہنے کا سامان ہوگیا۔ اللہ کی شان ہے کہ زمین ایک ہے، زمین کے اجزاء ایک ہیں، ہوا اور پانی ایک ہیں، مگر زمین کے کسی قطعے میں گیہوں کی فصل ہے تو کسی دوسرے قطعے میں دوسرے غلے کی فصل، کہیں امرود کے پھل لگے ہوئے ہیں تو کہیں مسمی اور آم کے پھل ہیں، پھر ایک ہی زمین سے اُگنے والے ایک ہی قسم کے پھل کوئی مزے میں بہتر ہے اور کوئی کم تر۔ ''سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر اور کسی کو کم تر بنا دیتے ہیں''۔ (الرعد:۴)

پھر یہ سب وافر مقدار میں ہیں کہ انسان اور جانوروں کے لئے کافی ہیں مگر انسان اپنی خودغرضانہ حرکتوں سے خود بھی غذائی کمی کا شکار ہوتا ہے اور بعض اوقات قحط کا عذاب اس پر مسلط ہوجاتا ہے۔ یہ بھی اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ پانی ایک ہی ہوتا ہے مگر زمین کی خرابی پیداوار کو متاثر کرتی ہے۔ جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ غلے کی ایک فصل پیدا ہوتی ہے تو اس کا بیج انسان کی اپنی غذا کے کام آتا ہے اور جب وہی فصل سوکھ جاتی ہے تو فصل کے پتے اور تنے اس کے جانوروں کے کام آتے ہیں۔ پھر

مخصوص قسم کے پودوں کی فصل جانوروں کے لئے بھی پیدا کی جاسکتی ہے، پودوں میں غذا کہاں سے آتی ہے؟ اللہ نے سبز پودوں میں غذا پیدا کرنے کا دلچسپ مگر پیچیدہ نظام بنایا ہے۔ بارش کا پانی پودوں کی جڑوں کے ذریعے جذب ہو کر شاخوں کے ذریعے پتوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ 'سبز پتے' کے ہر خلیے میں سبزینہ نام کا کیمیاوی مادہ ہوتا ہے جو سورج کی روشنی سے قوت حاصل کرتا ہے اور فضا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس پتوں کے سوراخوں کے ذریعے پتے کے خلیوں میں پہنچ جاتی ہے۔ اب پانی کی ہائیڈروجن اور آکسیجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ سے کیمیائی شئے میں منتقل کر دیتا ہے۔ گلوکوز اس تعامل کے نتیجے میں تشکیل پاتا ہے۔ یہ گلوکوز بعد میں نشاستے میں تبدیل ہوجاتا ہے تو ایک قوت بردار غذا ہے۔ یہ نشاستہ بیجوں، پھلوں اور جڑوں، پتوں اور شاخوں وغیرہ میں ذخیرہ ہوجاتا ہے۔ بس یہی چیز جب انسان کھاتا ہے تو پانی کے ذریعے حاصل کردہ توانائی انسان اور حیوانوں کے جسموں میں پہنچ جاتی ہے جو زندہ حیات کے اعضاء کی حرکت کی بنیاد ہے۔ اگر یہ توانائی جسم میں نہ پہنچے تو جسم مردہ ہوجائے گا۔

ہر مخلوق اللہ کے وجود پر شاہد

اللہ کی قدرت بڑی عجیب وغریب ہے مخلوق کی روزی رسانی کا اور بقائے حیات کے لئے غذا کا کس طرح سے نظم کیا ہے اگر انسان ان سب باتوں پر غور وفکر کرے تو معلوم ہوگا کہ کوئی ایسی ہستی ہے جو آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات حیوانات، نباتات، جمادات اور آسمان وزمین کے ماوراء جتنی بھی مخلوقات ہیں ہر شئی اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر ایک شئی انسان کو اس وحدہ لاشریک لہ کی شہادت اور اس پر ایمان ویقین کی دعوت دے رہی ہے مگر یہ انسان کی بڑی ہی

ناسپاسی ہے کہ اس معبود برحق کو چھوڑ کر کسی اور کے در پر ماتھا ٹیکے یا اس کی خدائیت میں کسی غیر کو شریک کرے لیکن اس کی ذات کریمی کے کیا کہنے کہ ان سب چیزوں کو دیکھنے کے باوجود ہر ایک بندے کو روزی پہونچاتا ہے اس کی گرفت اور پکڑ نہیں کرتا اس کو ڈھیل اور کھلی چھوٹ دے رہا ہے۔ مگر بندے کو سمجھ میں نہیں آتی اور وہ یہ نہیں سوچتا کہ جس ذات نے مجھے پیدا کیا ہے ہم اسی کے ہو کر رہیں کسی غیر کی پرستش ہرگز نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرک جیسی عظیم گناہ سے بچائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

تقویٰ ہی سے انسان عروج پر پہونچتا ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْآ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

میری مشفق و مہربان معلمات ماؤں اور بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے ”تقوے ہی سے انسان عروج پر پہونچتا ہے“ اسی تعلق سے چند باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں گوش گذار کرنی ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں جگہ جگہ متقی اور پرہیزگار بندوں کی تعریف کی ہے اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبریاں اور بشارتیں سنائی ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اور دین و دنیا میں سکون و اطمینان اور راحت و آرام کا مدار تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے۔

کوئی بھی عالم اور ولی تقویٰ کے بغیر صاحب کمال نہیں بن سکتا، تقویٰ ہی سے انسان عروج پر پہنچتا ہے، اللہ پاک نے اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے اس وصف کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا ہے اور بار بار اس کی تاکید فرمائی ہے اللہ پاک نے متقین کے لئے سعادت دنیویہ اور کرامت اخرویہ کے تعلق سے ۱۲/انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ۱-تقویٰ کو اللہ پاک نے بڑے کاموں میں سے شمار فرماتے ہوئے تعریف کی: قَالَ اللّٰہُ تعالٰی : ''وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ'' کہ اگر صبر کرو اور تقویٰ سے کام لو تو یہ بڑے حوصلہ کی بات ہے۔

۲-تقویٰ کی وجہ سے منجانب اللہ حفاظت ہوتی ہے: قَالَ اللّٰہُ تعالٰی: ''وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا'' کہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ سے کام لو تو کفار و فجار کے مکر و فریب اور غلط تدبیریں تم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

۳-تقویٰ سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ'' بیشک اللہ پاک ان لوگوں کیساتھ ہوتے ہیں (مدد و تائید) کے ساتھ جو ان سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں۔

۴-تقویٰ کی برکت سے رزق کی دشواریاں دور ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: ''وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا. وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ'' جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ پاک اس کیلئے پریشانیوں سے نکلنے کیلئے راستہ نکال دیتے ہیں اور اس کو اسطرح رزق عطا فرماتے ہیں جسکا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

تقویٰ کی برکت

۵-تقویٰ کی برکت سے انسان کے سب کام درست ہو جاتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا

یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ'' کہ اے ایمان والو اللہ پاک سے ڈرو اور سچی بات کہو، اللہ پاک تمہارے سارے کام صحیح اور درست کردیں گے۔

۶-تقویٰ کی برکت سے گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: ''وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ'' کہ اللہ پاک تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

۷-تقویٰ کی برکت سے اعمال کی قبولیت ہوتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ'' اللہ پاک متقی حضرات سے محبت کرتے ہیں۔

۸-تقویٰ کی برکت سے اعمال کی قبولیت ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ'' کہ اللہ تبارک وتعالیٰ متقی حضرات کے اعمال قبول فرماتے ہیں۔

۹-متقی حضرات کا اکرام و اعزاز ہوتا ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' بیشک تم میں سب سے زیادہ قابل اکرام اللہ پاک کے یہاں وہ ہوگا جو تم میں زیادہ متقی ہوگا۔

۱۰-موت کے وقت بشارت حاصل ہوتی ہے اللہ پاک فرماتے ہیں: ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ. لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ'' وہ لوگ جو ایمان اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے ان کو دنیا میں بھی بشارت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بشارت حاصل ہوگی۔

۱۱-نجات تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے اللہ پاک فرماتے ہیں: ''ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا'' پھر ہم ان کو نجات دیں گے جو اللہ پاک سے ڈرتے تھے۔

۱۲-جنت میں دائمی نعمتیں متقیوں ہی کو حاصل ہوگی: ''اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا الخ'' بیشک متقی حضرات کے لئے کامیابی ہے اور باغات ہوں گے اور انگور ہوں گے۔ (بحوالہ سید المحدثین)

یہ چند آیات کا ترجمہ آپ سبھوں کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے چند باتیں کافی ہوا کرتی ہیں اور نا ماننے والوں کے لئے کتابوں کا دفتر بھی ناکافی ہوتا ہے۔ اسی کو شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اللہ تعالیٰ ہم کو متقی و پرہیز گار بنائے اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

سفر کے آداب اور مسنون طریقہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! مذہب اسلام میں کوئی شعبہ تشنہ نہیں بلکہ زندگی کے جس شعبہ کے متعلق آپ کو اصول وضوابط اور فوائد معلوم کرنے ہوں آپ کو ضرور مل جائیں گے پیغمبر اسلام محسن انسانیت سید الاولین والآخرین نبی آخر الزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر موڑ کی رہنمائی کی اور اپنی عملی زندگی کے ذریعہ لوگوں کو بتا دیا کہ اس کو کس طرح انجام دیں۔

● جہاں تک ہو سکے سفر میں کم از کم دو آدمی جائیں، تنہا آدمی سفر نہ کرے، البتہ ضرورت اور مجبوری میں کوئی حرج نہیں کہ تنہا آدمی سفر کرے۔ (فتح الباری، ج ۶، ص ۵۳)

● سواری کے لئے رکاب میں پاؤں رکھیں، تو بسم اللہ کہیں۔ (ترمذی)

● سواری پر اچھی طرح بیٹھ جائیں تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں پھر یہ دعا پڑھیں۔سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. (الزخرف:۱۳-۱۴) ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے تابع بنائی یہ سواری اور نہیں تھے ہم اس کو قابو کرنے والے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

● پھر یہ دعا پڑھیں:اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعِشَاءِ السَّفَرِ وَكَابَتِهٖ الْمُنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ" . (مسلم،حصن حصین) ''اے اللہ! آسان کر دیجئے ہم پر اس سفر کو اور طے کر دیجئے ہم پر درازی اس کی۔اے اللہ! آپ ہی رفیق (مددگار) ہیں سفر میں اور خبر گیراں ہیں گھر بار میں، یا اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے اور واپس آکر بری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں بچوں میں''۔

● مسافرت میں ٹھہرنے کی ضرورت پیش آئے تو سنت یہ ہے کہ راستہ سے ہٹ کر قیام کرے، راستہ میں پڑاؤ نہ ڈالے کہ آنے جانے والوں کا راستہ نہ رُکے اور ان کو تکلیف ہو۔(مسلم: ج۲،ص۱۴۴)

● سفر کے دوران جب سواری بلند پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے۔(بخاری، ص:۴۲۰)

● جب سواری نشیب یا پستی میں اترنے لگے تو سبحان اللہ کہے۔(بخاری)

سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنے کا راز

مرقاۃ میں ہے کہ یہ سنت سفر کی ہے لیکن اپنے گھروں میں یا مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھتے وقت داہنا پاؤں بڑھائے اور اللہ اکبر کہے خواہ ایک ہی سیڑھی ہو اور نیچے اترتے وقت بایاں پاؤں آگے بڑھائے اور سبحان اللہ کہے خواہ معمولی ہو تو ثواب

سنت کی توقع ہے۔اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کا راز یہ بیان کیا ہے کہ بلندی پر ہم اگرچہ بظاہر بلند ہوتے نظر آرہے ہیں لیکن اے اللہ! ہم بلند نہیں ہیں بلندی اور بڑائی صرف آپ کیلئے خاص ہے اور پستی میں اترتے وقت سبحان اللہ کہنا اس لئے ہے کہ ہم پست ہیں، اے اللہ! آپ پستی سے پاک ہیں۔

● جس شہر یا گاؤں میں جانے کا ارادہ ہو جب اس میں داخل ہونے لگیں تو تین بار یہ دعا پڑھیں۔"اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِيْهَا" (اے اللہ! برکت دے ہمیں اس شہر میں)۔پھر یہ دعا پڑھے:"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا" (حصن حصین) ''یا اللہ! نصیب کیجئے ہمیں ثمرات اس کے اور عزیز کر دیجئے ہمیں اہل شہر کے نزدیک اور محبت دیجئے ہمیں اس شہر کے نیک لوگوں کی''۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب سفر کی ضرورت پوری ہو جائے تو اپنے گھر لوٹ آئے، سفر میں بلا ضرورت ٹھہرنا اچھا نہیں۔(بخاری:۴۲۱)

● دور دراز کے سفر سے بہت دنوں بعد زیادہ رات گئے اگر گھر آئے تو اسی وقت گھر میں نہ جائے بلکہ بہتر ہے کہ صبح مکان میں جائے۔(مشکوۃ،ص:۳۳۹)

البتہ اہل خانہ تمہارے دیر سے آنے سے آگاہ ہوں اور ان کو تمہارا انتظار بھی ہو تو اسی وقت گھر میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔(مرقاۃ: ج۷،ص۳۳۸) ان مسنون طریقوں پر عمل کرنے سے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوگی۔

● سفر میں کتاب اور گھنگرو ساتھ رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔(مسلم: ج۱،ص:۲۰۲) کیوں کہ ان کی وجہ سے شیطان پیچھے لگ جاتا ہے۔

یہ ہیں سفر کے آداب جن کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری امت کو تعلیم دی ان سنتوں پر عمل کرنے کی وجہ سے آخرت میں جو ثواب اور نیکیاں ملیں گی وہ تو ملیں گی ہی مگر دنیا کے اندر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔معاشرے کے اندر

باوقار انسان کہلائیں گے اس لئے گزرے زمانہ میں بھی نیک اور صالح آدمی ہی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا عظیم الشان مذہب عطا کیا جس کے اندر دین ودنیا کی بھلائی ہے تو کیونکر غیروں کے طور وطریق کو ہم اختیار کریں اور کل قیامت میں جب اولین وآخرین کا اجتماع ہو اس وقت ہم کف افسوس ملیں اس لئے آج ہی اس کی تیاری کریں اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں تاکہ آخرت میں سرخرو ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

محدثِ کبیر بقی الدین ابن مخلد رحمۃ اللہ علیہ

کی حصولِ علم کیلئے مشقتیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْن. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! امت محمدیہ کے علماء نے تحصیل علم کے لئے جو کوششیں کیں ملکوں ملکوں کی خاک چھان کر علوم نبوت کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور وہ بھی اس زمانہ میں جب کہ آج کل کی طرح سفر وغیرہ کی وہ سہولیات میسر نہیں تھیں ہزاروں ہزاروں میل پیدل ہی سفر کیا کرتے تھے حتی کہ بسا اوقات ان کے کھانے پینے کا بھی بندوبست نہیں رہتا تھا مگر ان سب کی پروا کئے اپنے دھن میں لگے رہتے اس موقع پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ یاد آرہا ہے۔

"اَلْعِلْمَ لاَ یُعْطِیْکَ بَعْضَهُ اِلَّا اِذَا اُعْطِیْتَهٗ کُلَّکَ فَاِنْ اُعْطِیْتَهٗ کُلَّکَ فَاَنْتَ مِنْ اَنْ یُّعْطِیَاتِ بَعْضَهُ عَلٰی خَطَرٍ" علم اپنا تھوڑا حصہ بھی آپ کو نہیں دے سکتا تا آنکہ آپ اپنا سب کچھ اسے دیدیں اور جب سب اسے دیدیں گے تو امکان ہے کہ اپنا کچھ حصہ آپ کو دیدے۔ اس سلسلہ میں بقی الدین ابن مخلد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ پیش خدمت ہے وہ اپنی سرگذشت بیان کرتے ہیں۔

بیس اکیس سال کی عمر جوانی مستانی کی عمر ہوتی ہے، نوجوان طلبہ کے لئے وساوس نفسانی شہوانی سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس عمر کے اندر دین کی طلب کا ہونا عجیب نعمت ہے، چنانچہ اندلس کے علاقے میں ایک نوجوان تھے، ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے، پچھتر سال کی عمر پاکے ۲۷۶ھ میں وفات ہوئی۔

بقی الدین ابن مخلد رحمۃ اللہ علیہ، اکیس سال ان کی عمر تھی، انہوں نے تذکرہ سن رکھا تھا امام احمد بن حنبل کا، اس واقعے کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء میں نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن رکھا تھا، دل میں بڑی خواہش ہوئی کہ میں سنوں، میں ان کے پاس جاؤں، اور حدیث کا علم پڑھوں، لیکن راستے میں سمندر پڑتا تھا، اللہ پر توکل کر کے میں نے ایک جہاز تھا بڑی کشتی اس کے کیپٹن سے بات کی اور سفر پر نکل پڑا، اللہ کی شان کئی مہینے سفر کرنا پڑا، اور درمیان میں کشتی راستہ بھی بھول گئی، تو سفر اور لمبا ہو گیا، پھر اس سفر کے اندر ایسا وقت بھی آ گیا جب سمندر کے اندر طوفان ہوتا ہے اس وقت کشتی لنگر انداز ہو جاتی ہے، کہ اگر چلتی رہے گی تو الٹ جائے گی، ڈوب جائیں گے بندے، تو لنگر ڈالدیتے تھے ایک ایک ہفتہ طوفان رہتا، اور کشتی ایک ہی جگہ پر اور صرف جھٹکے لگ رہے ہیں، ابکائیاں آتی تھیں، پیٹ کی بیماریاں ہو جاتی تھیں، کہنے لگے میں اتنا بیمار ہو گیا کہ میری ڈی ہائے ڈریشن (جسم میں پانی کی کمی) ہونے کے قسمت سے طوفان کم ہوا، ہم آگے چلے اور

بالآخر زمین پر آئے، وہاں سے میں نے پیدل سفر کرنا شروع کیا اور وہاں سے میرا سینکڑوں میل کا سفر تھا، میرے کپڑے گندے، کھانے پینے کا سامان کچھ نہ بچا، اور میں اپنے سامان کو کمر پر رکھ کر چل رہا تھا، نقاہت کی وجہ سے میں گرنے لگتا تھا، خدا خدا کر کے وہ وقت آیا کہ میں بغداد کے قریب پہنچا، جب سامنے بغداد کا شہر نظر آیا میں اتنا تھکا ہوا تھا کہ میں ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا، نیند آ گئی، جب آنکھ کھلی تو میں نے اس وقت بغداد شہر کی طرف چلنا شروع کیا، مجھے راستے میں ایک آدمی آتا ہوا ملا۔ سلام دعا ہوئی، میں نے پوچھا سنائیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے، اس نے کہا: کیوں پوچھ رہے ہو؟ کہا: میں ایک طالب علم ہوں، ہزاروں میل کا سفر کر کے آیا ہوں، دھکے کھائے ہیں، ان سے علم پڑھنے کے لئے، اس نے میرا چہرہ دیکھا، کہنے لگا اے طالب علم، افسوس ہے کہ تیری یہ حسرت پوری نہیں ہو سکتی، کہنے لگے: میری حسرت پوری نہیں ہو سکتی! اس نے کہا: ہاں: حاکم وقت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی بات سے ناراض ہو گیا، اس نے جامع مسجد میں ان کا درس بھی موقوف کر دیا، اور گھر میں نظر بند کر دیا، نہ وہ لوگوں سے مل سکتے ہیں اور نہ لوگ ان سے مل سکتے ہیں، تم علم حاصل نہیں کر سکتے ہو، کہنے لگے میرے لئے یہ خبر عجیب تھی، ہمت نہیں ہاری، شہر میں گیا، ایک سرائے کے اندر کمرہ کرائے پر لے لیا اور میں نے وہاں رات گزاری، تھکاوٹ کی وجہ سے نیند گہری آئی، دوسرے دن میں میرے دل میں خیال آیا کہ اچھا کسی کا تو درس ہوتا ہوگا، میں نے پوچھا سرائے والے سے کہ شہر میں کس کا درس ہوتا ہے، انہوں نے کہا: کہ یحی ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر حدیث پاک کا درس دیا، پھر اس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ تھا، لوگوں نے سوال پوچھنے شروع کر دیئے، ایک نے سوال پوچھا، دوسرے نے پوچھا، تو اتنے میں میں بھی کھڑا ہوا، میں نے کہا: کہ مجھے ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتائیں، انہوں نے کہا:

کہ وہ اتنے ثقہ ہیں کہ ان کی چادر کے نیچے عجب بھی آجائے تب بھی ان کی ثقاہت پر فرق نہیں پڑتا، وہ اتنے ثقہ بندے ہیں، میں نے کہا: بہت اچھا، میں نے کہا مجھے ایک دوسرا سوال پوچھنا ہے، پاس والے لوگوں نے میرے کپڑے کھینچنے شروع کر دیئے، انہوں نے کہا: تو نووارد نظر آتا ہے اس مجلس کا دستور ہے، ہر بندہ ایک سوال پوچھ سکتا ہے، ایک بندہ سارے سوال پوچھے تو باقی کیا پوچھیں گے، تو ایک سوال پوچھ چکا بیٹھ، میں نے کہا: کہ میں مسافر ہوں غریب الدیار ہوں، اور میرا حال دیکھ رہے ہیں، اصل سوال تو مجھے اور پوچھنا تھا، یہ تو میں ایسے ہی پوچھ بیٹھا، پتہ ہوتا تو میں وہی سوال پوچھ لیتا۔

میں نے بڑی منت سماجت کی، لوگوں کو مجھ پر ترس آیا، کہنے لگے: اچھا پوچھو، کہنے لگے: میں نے یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا کہ آپ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، کہنے لگے میرے سوال پر سناٹا چھا گیا۔ مقامی لوگ حیران تھے، کہ بادشاہ ان کے اتنا خلاف اور یہ مجمع میں سوال کر رہے ہیں، یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر سر جھکایا، پھر سر اٹھا کے کہنے لگے: کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو امام المسلمین ہیں، یہ الفاظ تھے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کر کے رہوں گا، کہنے لگے میں گھر آیا، راستے میں میں نے ایک بندے سے کہا کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا گھر دکھا سکتے ہو، اس نے کہا: کہ بھئی پولیس والے اگر دیکھیں گے تو مجھے بھی سزا دیں گے اور تجھے بھی، میں نے کہا: تم سامنے سے گزر جانا، اور آنکھ کے اشارے سے کہہ دینا کہ یہ ان کا دروازہ ہے، پھر تم آگے چلے جانا، پھر میں جانوں اور میرا کام جانے، وہ اس بات پر آمادہ ہوگیا، اس نے گھر دکھا دیا، کہنے لگے: میں سرائے میں واپس آیا اور میں ساری رات سوچتا رہا کہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے علم کیسے حاصل کر سکتا ہوں۔

علم حاصل کرنے کے لئے ذلت بھی گوارا کر لی

عزیز طلبا: تقابل تو کیجئے آج دو وقت کا کھانا آرام سے ملتا ہے، پنکھے کمرے میں لگے ہوئے ہیں، استاذ پڑھانے کے لئے موجود ہوتے ہیں، پھر بھی ان کو فجر کے لئے جگانا پڑتا ہے اور ان کو اپنے درس میں بھیجنا پڑتا ہے اور طلبا درس میں بیٹھے ہوتے ہیں اور توجہ کہیں اور ہوتی ہے ایک وہ طالب علم تھے کہ استاذ گھر کے اندر مقید ہے اور شاگرد سوچ رہے ہیں کہ میں استاذ سے پڑھوں کیسے؟ کہنے لگے: ساری رات سوچتے رہے میرے ذہن میں خیال آیا، اگلے دن میں اٹھا، تو میں نے ایک کشکول بنا لیا، اور میں نے اپنے گھٹنے کو ایک کپڑے سے باندھ لیا اور ایک کپڑا اپنے سر پر بھی لپیٹ لیا اور جیسے کوئی لنگڑا کے چلتا ہے میں سرائے سے باہر نکلا، میں نے ہاتھ آگے کر کے فقیری کی طرح بھیک مانگنی شروع کر دی۔

اس زمانے میں جو مانگنے والے سائل ہوتے تھے وہ پیسہ نہیں مانگتے تھے وہ صرف اتنا کہتے تھے، اجرکم علی اللہ اور ان کی اس بات کو سن کے دینے والے دیا کرتے تھے، کہنے لگے: میں سرائے سے باہر نکلا اور میں نے کہنا شروع کر دیا: اجرکم علی اللہ، اجرکم علی اللہ کچھ لوگ مجھے غور سے دیکھتے، نوجوان ہے، کیوں نہیں محنت مزدوری کر لیتا، میں نے ان کی تیکھی نظریں بھی برداشت کیں، ترش نگاہیں بھی برداشت کیں اور میں ہر ایک کے سامنے اپنے آپ کو پامال کرتا، کوئی بھیک مانگنا آسان کام ہوتا ہے، میں سارا دن بغداد کے مختلف راستوں پر بھیک مانگتا رہا اور ایسے وقت میں کہ مجھے اندازہ تھا کہ لوگ اپنے گھروں میں ہوتے ہیں، جو ظہر کے بعد کا وقت ہوتا ہے تو لوگ قیلولہ کے لئے گھروں میں آجاتے ہیں تو آمد و رفت کم ہوتی ہے، کہنے لگے وہ وقت نوٹ کر کے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر

پہنچا، بڑی زور سے آواز لگائی، اجرکم علی اللہ، اجرکم علی اللہ اتنی درد والی آواز تھی میری کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے دروازہ کھولا، ان کے ہاتھ میں ایک سکہ تھا، جب وہ مجھے محتاج سمجھ کے دینا چاہتے تھے، جب انہوں نے دروازہ کھولا، میں نے کہا: حضرت! میں مال کا سائل نہیں ہوں، میں محبوب کی سنتوں کو جمع کرنے والا بندہ ہوں، میں آپ سے حدیث علم حاصل کرنے آیا ہوں، امام صاحب نے کہا: پولیس تمہیں سزادے گی، مجھے سزادے گی، میں نے کہا: حضرت! میں سارادن سائل بن کر مانگتا پھروں گا اوراس وقت آپ کے گھر کے سامنے آ کے صدائیں لگاؤں گا، یہ سکہ اپنے پاس رکھ لیں، آپ دروازہ کھولنا، کوئی نہ ہوتو مجھ دو چار حدیثیں سنا دینا، کوئی آجائے تو آپ سکہ ڈال دینا، میں چلا جاؤں گا، امام صاحب تیار ہوگئے، میں ایک سال بغداد شہر میں بھیک مانگتا رہا۔ اجرکم علی اللہ، اجرکم علی اللہ، اور پھر میں ظہر کے بعد امام صاحب کے دروازے پر جاتا، دروازہ کھلتا تھا، کبھی مجھے دو چار حدیثیں سنا دیتے تھے، کبھی کسی کے آنے کی وجہ سے سکہ ڈال دیتے تھے، میں چلا جاتا تھا، میں نے پورا سال امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح علم حاصل کیا۔

اللہ کی شان کہ حاکم وقت کی وفات ہوئی، جو نیا حاکم بنا اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت تھی، اس نے ان کی نظر بندی بھی ختم کردی اور اس نے ان کا جو مسجد کا درس تھا وہ بھی شروع کروادیا، فرماتے ہیں کہ جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو درس دینا تھا تو بغداد کے لوگوں پر عید کا سماں تھا، عصر کا وقت ہوا، مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، میں نے بڑی کوشش کی کہ میں جاؤں اور استاذ کے قریب جا کر بیٹھوں، بھیڑ کی وجہ سے میں قریب پہنچ نہ سکا، ذرا دور کھڑا تھا، امام صاحب آئے ان کی نظر مجھ پر پڑی، امام صاحب کہنے لگے، لوگوں اس طالب کو آگے آنے دو، علم کا حقیقی طلب گار تم میں سے یہ شخص ہے۔ اللہ اکبر کبیراً علم حاصل کرنے کیلئے بھیک مانگتے تھے۔

تحصیل علم کے لئے کیسی کیسی قربانیاں انہوں نے دی ہیں آج تو اس کے تصور سے عقل انسانی حیران وششدر رہے یہی لوگ تھے جن پر یہ حدیث صادق آتی ہے۔ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ. علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ. میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں ایسے ہی فرشتہ صفت انسانوں کے لئے سمندر کی مچھلیاں اور خشکی پر چیونٹیاں دعائیں کرتی ہیں۔ آج تو بڑی سہولتیں میسر ہوگئی ہیں مگر وہ شوق وجذبہ محنت ولگن نہیں پائی جاتی ہیں جب کہ آج بھی وہی جذبہ وشوق چاہیئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا انسان پر فرض ہے

اَلسَّلامُ عَلَيۡکُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ. فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ. بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ. اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ.

مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات! یعنی سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اول سے آخر تک جو ہوئی ہیں اور جو ہوں گی خدا ہی کو لائق ہیں کیونکہ ہر نعمت او رہر چیز کا پیدا کرنے والا اور عطا کرنے والا وہی ہے خواہ بلا واسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ۔ دنیا میں جہاں کہیں کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیونکہ اس جہانِ رنگ و بو میں جہاں ہزاروں حسین مناظر اور لاکھوں دلکش نظارے اور کروڑوں نفع بخش چیزیں انسان کے دامن دل کو ہر وقت اپنی طرف کھینچتی رہتی ہیں اور اپنی تعریف پر مجبور کرتی ہیں اگر ذرا نظر کو گہرا کیا جائے تو ان سب چیزوں کے پردے میں جہاں کہیں کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے اس کی حقیقت اس

سے زیادہ نہیں۔ جیسے کسی نقش ونگار یا تصویر یا کسی صنعت کی تعریف کی جائے کہ یہ سب تعریفیں درحقیقت نقاش اور مصور کی یا صناع کی ہوتی ہیں اس جملے نے کثرتوں کے تلاطم میں پھنسے ہوئے انسان کے سامنے ایک حقیقت کا دروازہ کھول کر یہ دکھلا دیا کہ یہ ساری کثرتیں ایک ہی وحدت سے مربوط ہیں او رساری تعریفیں درحقیقت اسی ایک قادر مطلق کی ہیں ان کو کسی دوسرے کی تعریف سمجھنا نظر وبصیرت کی کوتاہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب ساری کائنات میں لائق حمد درحقیقت ایک ہی ذات ہے تو عبادت کی مستحق بھی وہی ذات ہوسکتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ 'الحمد للہ' اگرچہ حمد وثنا کے لئے لایا گیا ہے لیکن اس کے ضمن میں ایک معجزانہ انداز سے مخلوق پرستی کی بنیاد ختم کردی گئی اور دلنشیں طریقے پر توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔

غور کیجئے کہ قرآن کے اس مختصر سے ابتدائی جملے میں ایک طرف تو حق تعالیٰ کی حمد وثنا کا بیان ہوا اسی کے ساتھ مخلوقات کی رنگینیوں میں الجھے ہوئے دل ودماغ کو ایک حقیقت کی طرف متوجہ کرکے مخلوق پرستی کی جڑ کاٹ دی گئی اور معجزانہ انداز سے ایمان کے سب سے اول واہم رکن توحید باری کا نقش اس طرح دیا گیا کہ جو دعویٰ ہے اسی میں غور کرو تو وہی اپنی دلیل بھی ہے۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ.

الحمد للہ کے مختصر ابتدائی جملے کے بعد اللہ کی پہلی صفت ذکر کی گئی ہے رب کے معنی عربی زبان میں ترتیب اور پرورش کرنیوالے کے ہیں اور ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھانا یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے اور عالمین میں دنیا کی تمام اجناس، آسمان، چاند، سورج تمام مخلوقات، حیوانات، انسان، نباتات، جمادات سب داخل ہیں۔

اس لئے رب العالمین کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر ہر چیز اور تمام اقسام کی ترتیب کرنے والے ہیں اور یہ بھی بعید نہیں کہ جیسا کہ ایک عالم ہے

جس میں ہم بستے ہیں اور اس کے نظام شمسی، قمری اور برق وباراں اور زمین کی لاکھوں مخلوقات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ سارا ایک ہی عالم ہو اور اسی جیسے ہزاروں لاکھوں اور عالم ہوں جو اس عالم سے باہر کی ایک لامتناہی (غیر محدود) خلاء کا وجود دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اس لئے کیا مشکل ہے کہ اس نے اس لامتناہی خلاء میں ہمارے پیش نظر عالم کی طرح کے اور بھی ہزاروں لاکھوں عالم بنا رکھے ہوں۔

عالم بڑا وسیع ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عالم چالیس ہزار ہیں یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک ایک عالم ہے اسی طرح امام تفسیر حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ عالم اسی ہزار ہیں۔ (قرطبی) یہ تو متقدمین علماء کے اقوال ہیں آج کے راکٹوں اور سیاروں کے زمانے میں خلاء کی کوئی حد ونہایت نہیں ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس غیر متناہی خلاء میں کیا کچھ موجود ہے۔

اس سلسلے کی جدید معلومات کے لئے وہ مقالہ کافی ہے جو امریکی خلائی مسافر جان گلین نے خلاء کے سفر سے واپس آکر شائع کرایا ہے جس میں شعاعی سال کا نام دے کر اے طویل مدت ومسافت کا پیمانہ قائم کیا ہے اور اس کے ذریعہ وسعت فکر کی حد تک خلاء کا کچھ اندازہ لگایا اور پھر یہ اقرار کیا کہ کچھ نہیں بتلایا جاسکتا کہ خلاء کی وسعت کتنی اور کہاں ہے؟ قرآن کے اس مختصر جملے کے ساتھ اب تمام عالم اور اس کی کائنات پر نظر ڈالنے اور بچشم بصیرت دیکھئے کہ حق تعالیٰ نے ترتیب عالم کا کیسا مضبوط اور محکم محیر العقول نظام بنایا ہے۔ افلاک سے لے کر عناصر تک سیارات ونجوم سے لے کر ذرات تک ہر چیز اس سلسلۂ نظام میں بندھی ہوئی ہے اور حکیم مطلق

کی خاص حکمت بالغہ کے ماتحت ہر چیز اپنے اپنے کام میں مصروف ہے ایک لقمہ جو انسان کے منہ تک پہونچتا ہے، اگر اس کی پوری حقیقت پر انسان غور کرلے تو معلوم ہوگا کہ اس کی تیاری میں آسمان اور زمین کی عام قوتیں اور کروڑ وانسانوں اورجانوروں کی محنتیں شامل ہیں، سارے عالم کی قوتیں مہینوں مصروف خدمت رہیں، جب یہ لقمہ تیار ہوا اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ انسان اس میں غور وفکر سے کام لے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے لے کر زمین تک اپنی تمام مخلوقات کو اس کی خدمت میں لگا رکھا ہے تو جس ہستی کو اس نے مخدوم کائنات بنا رکھا ہے وہ بھی بیکار وبیہودہ نہیں ہوسکتی، اس کا بھی کوئی کام ہوگا، اس کے ذمہ بھی کوئی خدمت ہوگی۔

قرآن حکیم نے انسانی آفرینش اور اس کے مقصد حیات کو اس آیت میں واضح فرمایا ہے۔ ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ'' یعنی میں نے جن اور انسان کو اور کسی کام کے لئے نہیں بنایا بجز اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔

ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے پیدا کیا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

ابر وباد ومہ وخورشید وفلک در کارند   تا تو نانے بکف آری وبغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ وفرمانبردار   شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

''بادل ہوا چاند سورج اور آسمان سب کام میں لگے ہیں تا کہ تم ایک روٹی حاصل کرو اور غفلت کے ساتھ نہ کھاؤ سب تمہارے واسطے کام میں لگے ہیں اور فرمانبرداری کررہے ہیں انصاف کی بات یہ نہیں ہے کہ تم فرمانبرداری نہ کرو۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں دین کی اشاعت وتبلیغ کریں اور جس مقصد کے لئے ہم کو پیدا کیا ہر وقت اس کو پیش نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ☆

حضور ﷺ کا مبارک لباس

السَّلامُ عَلَیکُم وَرَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِینَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنبِیَآءِ وَالمُرسَلِینَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ اَجمَعِینَ. اَمَّا بَعدُ! فَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ. بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ. یٰبَنِیٓ اٰدَمَ قَد اَنزَلنَا عَلَیکُم لِبَاسًا یُّوَارِی سَوْاٰتِکُم وَرِیشًا. صَدَقَ اللّٰهُ العَظِیمُ.

محترمہ صدر معلّمہ عزیزہ طالبات ،ماؤں اور بہنو! قرآن عظیم نے سرور کائنات ﷺ کی زندگی کوامت کے لئے نمونہ اور اسوہ قرار دیا ہے۔ لَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰهِ اُسوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لئے رسول کریم ﷺ کی سیرت میں بہتر نمونہ ہے۔ سیرت نبوی کا کوئی پہلو زیر پردہ نہیں ہے بلکہ نظروں کے سامنے ہے پیغمبر اسلام کی اہم خصوصیت ہے اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کے لباس مبارک کے تعلق سے عرض کرنا ہے کہ کس طرح آپ علیہ السلام کا لباس ہوا کرتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو لباس کے بارے میں بھی کوئی اہتمام وتکلف نہ تھا۔ جو کپڑا، تہبند، یا چادر، یا کرتہ، یا جبہ وغیرہ مل گیا اسی کو زیب تن فرمالیا۔

(بخاری ومسلم من حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا)

آپ کا اکثر لباس سفید رنگ کا ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ ایسا ہی (یعنی سفید) لباس اپنے زندہ آدمیوں کو پہناؤ اور اسی میں مردوں کو کفن دو۔ (ابن ماجہ، مستدرک حاکم وقال صحیح الاسناد)

آنخضرت ﷺ روئی دار قبا بلا جنگ اور جنگ میں استعمال فرماتے تھے۔

(بخاری ومسلم من حدیث المسور بن مخرمة)

بادشاہ اکیدر دومہ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک جبہ سبز ریشم کا جس میں سونے کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں ہدیہ میں پیش کیا آپ نے قبول فرمالیا اور بعض روایات میں ہے کہ مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی ممانعت سے پہلے آپ نے ایک روز اس کو استعمال بھی فرمایا تھا پھر نکال دیا۔ (مسلم من حدیث جابر رضی اللہ عنہ) اس کے بعد مردوں کے لئے ریشمی لباس حرام کردیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے سب کپڑے کرتہ، قباء چادر وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے اور تہبند اس سے بھی اوپر نصف ساق تک رہتا تھا۔

(ابو الفضل محمد بن طاهر فی کتاب صفوة التصوف باسناد ضعیف ویؤیده روایة المستدرک من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ورواية الترمذی فی الشمائل من حدیث الاشعب)

رسول اللہ ﷺ کے قمیص مبارک کی گھنڈیاں اکثر لگی رہتی تھی اور بعض اوقات نماز وخارج نماز میں کھلی بھی رہتی تھی۔ (ابوداؤد وابن ماجہ، شمائل ترمذی)

متکبرانہ لباس سے احتیاط ضروری

سرور کائنات ﷺ متکبرانہ لباس پہننے سے بہت منع کیا کرتے تھے۔ عہد نبوی میں عرب متکبرین کا یہ فیشن تھا کہ کپڑوں کے استعمال میں بہت اسراف اور فضول خرچیوں سے کام لیتے تھے اور بڑائی کی نشانی تصور کرتے تھے تہبند اس طرح باندھتے تھے کہ چلنے میں زمین پر گھسٹتا اسی طرح قمیص عمامہ وغیرہ میں بھی اسراف اور تکبر کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے بڑی سنگین وعیدیں بیان

فرمائی ہیں۔ارشاد فرمایا:"من حدثو به خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيمة" جوکوئی اپنا کپڑا استکبار اور فخر کے طور پر زیادہ نیچا کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر بھی نہ اٹھائے گا۔تکبر اور فخر کے لئے لباس نہیں پہننا چاہئے اس کا انجام جہنم ہے لباس کا وہی طریقہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے ثابت کیا اور ہماری رہنمائی فرمائی مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہنا تکبر کی وجہ سے حرام ہے اگر یوں ہی بے خیال میں نیچے چلا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں اس لئے احتیاطاً درمیانی پنڈل تک ہوتا کہ ٹخنے کے نیچے پہونچ ہی نہ سکے اور آدمی اس وعید کا مستحق ہی نہ ہو۔ایسے ہی ریشم کے کپڑوں کا استعمال بھی مردوں کے لئے ممنوع ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت نبوی کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر دنیا وآخرت میں سزا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ مشفق ومہربان معلمات ماؤں اور بہنو! زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰہِ اَقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. اسلام کی بنیاد پانچ چیز پر ہے اس بات کی شہادت دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزہ رکھنا۔زکوٰۃ کے بے شمار دنیوی واخروی فوائد ہیں۔

دنیوی فوائد یہ ہے: زکوٰۃ حرام مال کو پاک کرتی ہے اور یہ مال کی افزائش اور اس کی بڑھوتگی کا بہترین ذریعہ ہے۔اسلام چاہتا ہے کہ لوگ پاکیزہ زندگی

گزاریں، انہیں گذر بسر کا وافر سامان مہیا ہو، آسمانوں اور زمین کی برکات سے وہ فیضیاب ہوں۔ انہیں قلبی امن وسکون میسر آئے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فیضان ان کے قلوب اوران کی زندگیوں پر ہو۔

اسلامی حکومت قائم ہوتو زکوٰۃ سرکاری بیت المال میں ہی جمع کرنا چاہئے اور حکومت کا یہ فرض ہے وہ زکوٰۃ وصول کرنے اور مستحقین میں تقسیم کرنے کا انتظام کرے، اسی طریقہ پر نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کا عمل بھی تھا۔ عہد صدیقی میں ہم دیکھتے ہیں کہ مانعین زکوٰۃ سے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا تو وہ چار قسم کے لوگوں تھے۔ (۱) مرتدین (۲) نماز اور زکوٰۃ کے منکرین (۳) صرف زکوٰۃ کے منکرین (۴) وہ لوگ جو زکوٰۃ تو دیتے تھے لیکن اسلامی بیت المال میں اسے جمع نہ کرتے تھے۔ اور جہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو وہاں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے طور پر زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے لئے ایک اجتماعی نظم قائم کریں۔ اور جہاں کہیں اس طرح کا اجتماعی نظم قائم ہوتو اسے اپنے اموال زکوٰۃ سے مضبوط اور مستحکم کرنے اور بہتر طور پر جمع وصرف کا انتظام کرنے اوراس کے ذریعے ضرورتمندوں اور مستحقین تک زکوہ پہنچانے اوران کی ضرورتوں کی تکمیل کا اہتمام کرنا چاہئے۔ جہاں اس طرح کا اجتماعی نظم نہ ہو وہاں الگ الگ زکوٰۃ نکالنا اور خرچ کرنا بھی صحیح ہے لیکن مسلمانوں کو نماز کی طرح زکوٰۃ کے لئے بھی اجتماعی نظم بنانے کی فکر اوراس کے لئے پیہم سعی وجہد بھی کرنی چاہئے کہ کیونکہ اس کے بغیر زکوٰۃ کی فرضیت کے فوائد ادھورے رہ جاتے ہیں۔

”ما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین“ (طبرانی) جوقوم زکوٰۃ ادانہیں کرتی اللہ اسے قحط میں مبتلا کردیتا ہے۔ ”ولم یمنعوا زکوٰۃ اموالھم الا منعوا القطر من السماء ولولا البھائم لم یمطروا“ (بیہقی) جوقوم اپنے مال

کی زکوٰۃ ادانہیں کرتی اسے بارش سے محروم کردیا جاتا ہے اوراگر چوپائے نہ ہوں تو بارش نہ ہو۔ ایک اور حدیث میں: ”ما خالطت الصدقة مالا الا افسدته“ (بزاروبیہقی) جس مال میں صدقہ (زکوٰۃ) مل جاتا ہے اس کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے۔

اخروی سزا: حدیث: ”جوشخص سونے اور چاندی کا مالک ہے اوراس کا حق ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کی تختیاں بنا کرجہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھراس سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی۔ وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ (مسلم) ایک اور حدیث میں ہے کہ ”اللہ نے جسے مال سے نوازا اور پھراس نے زکوٰۃ ادانہیں کی، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا جس کے آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ یہ سانپ اس کے گلے کا طوق ہوگا اور اس کے جبڑے پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں۔ (بخاری)

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام

میں نے جو آیت کریمہ پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اور جولوگ سونا چاندی کو گاڑ کر رکھتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ عذاب کی ہولناکی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس دن اس مال کو آگ میں تپایا جائے گا پھراس کے ذریعہ آدمی کی پیشانی پہلو اوراس کی پشت کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہی وہ مال ہے جس کو تم نے اپنے لئے گاڑ کر رکھا تھا تو اپنے گاڑنے کا مزہ چکھو کتنی سخت وعید ہے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر آج ہم دنیا کی معمولی آگ کو برداشت نہیں کرپاتے پھر آخرت جو دنیا کے مقابلہ میں کئی گنا بڑھی ہوئی ہے جس کے شعلے محلوں کے مانند ہوں گے اور کالے کالے ہوں گے پھراس کو کیسے ہم برداشت کرپائیں گے۔ اس لئے اس آگ

سے بچنے کی آج ہی فکر کریں اور خصوصاً زکوٰۃ کی ادائیگی سے بالکل غفلت نہ برتیں اس لئے مومن کا مال اور اس کی جان تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلہ خرید لیا ہے۔اس لئے جان مال تو ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے۔اللہ کی مرضی کے موافق استعمال ہونی چاہئے۔اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ مال میں مزید ترقی عطا فرماتے ہیں برکتیں عطا فرماتے ہیں ضائع ہونے سے حفاظت فرماتے ہیں اس کے لئے آیئے آج سے ہم عہد کریں کہ اگر اللہ ہمیں بھی مال و دولت عطا فرمائیں تو صحیح جگہوں پر اسے استعمال بھی کریں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اسلام میں دوسروں کو حقیر سمجھنے کی گنجائش نہیں!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات ،ماؤں او ربہنو!اسلام ادب واحترام کی تعلیم دیتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے او ربڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں دوسروں کو حقیر ذلیل سمجھنے کی قطعاً گجائش

ہی نہیں خواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اگر ہم سے عمر میں بڑا ہے تو اس کا بھی خیال رکھیں۔ نبی کریم ﷺ تو یہودیوں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔

مولانا ڈاکٹر عبداللہ جولم عمری لکھتے ہیں کہ فقہی مسائل میں سخت اختلاف کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے کا احترام کیا کرتے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے مقابلے میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طرف دار تھے۔ ایک مجلس میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: آپ کے ساتھ جتنے لوگ ہیں سب کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہوں، میرے نزدیک آپ کی شخصیت اب تک بے داغ تھی مگر اب آپ میں بھی ایک خامی پیدا ہوگئی ہے۔ ہم نے آپ کے اندر کوئی کمی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ آپ درپیش مسئلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے ابومسعود رضی اللہ عنہ! میں نے بھی آپ دونوں کے اندر کوئی کمی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ آپ اس معاملے میں خلیفہ وقت سے دور ہیں، جب کہ آپ کو خلیفہ کے جھنڈے تلے ہونا چاہئے تھا۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ مالدار آدمی تھے، مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجلس ان ہی کے گھر پر جمی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ دو جوڑے کپڑے لے کر آؤ۔ جب کپڑے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک جوڑا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اور ایک حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا اور کہا کہ یہ پہن کر جمعہ کیلئے جائیں''۔ (بخاری، رقم الحدیث: ۷۱۰۵)

اس واقعے پر غور کیجئے کہ معاملہ کس قدر حساس تھا، اختلاف کا تعلق کتنے اہم مسئلے سے تھا، مگر اس قدر شدت اختلاف کے باوجود ان کی

محبت کا یہ عالم کہ اپنے مدِ مقابل کی عزت و تکریم تحفہ تحائف کے ذریعے سے فرماتے ہیں!!!

اختلاف کے باوجود بھی اتحاد کی چند مثالیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان سو سے زائد مسائل میں اختلاف تھا۔ اس کا ذکر کرکے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **ولم یستنکر احد ھذا الخلاف . انما اعتبرہ الجمیع امرا طبیعا لا یقطع ودا ولا یفرق صفا** (اعلام الموقعین) ''صحابہ میں سے کسی نے بھی اس اختلاف کو برا نہیں مانا۔ تمام نے اس کو ایک فطری معاملہ سمجھا۔ جس سے نہ آپسی محبت ختم ہوتی ہے اور نہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے''۔

فقہی مسائل میں توسع کا ایسا ہی ماحول ہمارے درمیان ہونا چاہئے اور یہ اتحاد امت کے لئے بے حد ضروری ہے اختلاف کے باوجود اتحاد اور الفت و محبت کا ماحول قائم رکھنا واقعی بڑے دل گردے کی بات ہے۔

اختلافی مسائل میں توسع کا ایسا ہی ماحول ائمہ کرام کے درمیان بھی پایا جاتا تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل تھے کہ خون کے اخراج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس کے برعکس تھی۔ امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے وضو کی حالت میں پچھنا لگا کر نماز پڑھائی تو کیا اس کی امامت میں نماز پڑھنا درست ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا میں امام مالک بن انس اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ جیسی برگزیدہ ہستیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھوں؟

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فقہی مسائل میں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علمائے سلف نے وسعت نظری سے کام لیا ہم بھی ان

کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی وسیع النظری کا ثبوت دیں، ہم کو جو بات دلیل کی روشنی میں صحیح معلوم ہو اس پر عمل کریں اور اس سے دوسروں کے سامنے پیش کریں۔ لیکن جن لوگوں کی رائے ہماری رائے سے ہٹ کر ہو ہم ان کی تجہیل وتحقیر نہ کریں بلکہ اس معاملے میں حسن ظن سے کام لیں۔اوران کی رائے اور دلیل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ صحیح حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اجتہادی مسائل میں اگر کسی فقیہ کا اجتہاد صحیح ہو تو وہ دوہرے اجر کا مستحق ہوگا۔اس کے برخلاف اگر کسی کی رائے درست نہ نکلے تب بھی وہ اجتہاد کے اجر سے محروم نہیں رہے گا۔

اسلام میں دوسروں کو حقیر سمجھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔یہ بہت بڑا گناہ ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے: بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمِ ”کسی انسان کے برے ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر سمجھے“۔

صحابہ کرام کی تعریف قرآن کی زبانی

صحابہ کرام فروعی مسائل سخت اختلافات کے باوجود آپس میں متحد تھے ایک دوسرے کے ہمدرد وخیر خواہ تھے۔قرآن کریم نے ان کے اوصاف کو بیان کیا۔محمد اللہ کے رسول ہیں جو آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں تم ان کو دیکھو گے کبھی رکوع کررہے ہیں اور کبھی سجدہ کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وجستجو میں لگے ہوئے ہیں ان کے آثار سجدے کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہے۔صحابہ کرام میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ اختلاف کے باوجود الفت ومحبت سے پیش آتے تھے ایک دوسرے کا احترام کرتے۔آج جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کو ستایا جارہا ہے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ

توڑے جارہے ہیں ایسے وقت میں ہمارا متحدہ ہونا بہت ضروری ہے۔آپسی اختلاف کو مٹا کر سب کو ایک ہونے کی ضرورت ہے۔اور کسی کی تحقیر وتذلیل کرنے کے بجائے خود اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

رزقِ حلال کیلئے کسب معاش کی تلقین

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات ،ماؤں اور بہنو! ضروریات زندگی کے لئے کسب معاش لازم ہے شریعت نے اس کا حکم بھی دیا ہے اس لئے حلال اور پاکیزہ طریقہ سے کسب معاش کے لئے کوئی ہنر اور پیشہ اختیار کرلینا چاہئے۔ یا کسی جگہ ملازمت اختیار کرلینی چاہئے۔ اور تجارت عمدہ پیشہ ہے اگر سچائی اور امانت داری کے ساتھ کی جائے انسان کو کاہل اور سست ہو کر دوسروں کے سہارے نہیں بیٹھنا چاہئے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بے کاری اور کسل مندی کو پسند نہیں فرمایا، بلکہ بارگاہ حیات میں مومن کے مشغول رہنے کو پسند کیا۔ قرآن کریم نے بندہ مومن کی

مشغولیت کو عمل صالح سے تعبیر کیا ہے۔ عمل صالح کی وضاحت مولانا حمید الدین فراحی نے ان الفاظ میں کی ہے: ''جو انسان کے لئے زندگی اور نشوونما کا سبب بن سکے اور جس کے ذریعے سے انسان ترقی کے ان اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکے جو اس کی فطرت میں ودیعت ہیں''۔

معاشی سرگرمی اتنا اہم عمل صالح ہے کہ اسے قرآن میں فضل اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ:۱۰)

اسی طرح قرآن کریم میں رزق حلال کے لئے کسب وسعی کرنے والوں کا تذکرہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ کیا گیا ہے: وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. (المزمل:۲۰)

''دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ اور لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں رزق حلال کے لئے جدوجہد کا مقام بڑا اونچا ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً ۲۶۰/آیات ہیں جن میں عمل صالح کی اہمیت، عامل کی مشغولیت اور جزا کا ذکر ہے۔ اس میں کسب معاش کے لئے ایک مومن کی سعی وجہد بھی آسکتی ہے۔ اس ضمن میں ہمارے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ بھی ہے۔ آپ نے چند قراریط پر قبل نبوت اہل مکہ کی بکریاں چرائیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں عملاً شریک ہوئے۔ غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی میں حصہ لیا۔ آپ خود گھر کی صفائی فرمالیتے ،اونٹ کو باندھ لیتے اور اپنے جانور کو چارہ بھی دیتے ،خدمت گار کے ساتھ کھانا تناول فرماتے ،آٹا گوندھنے میں اس کا ہاتھ بٹاتے اور بازار سے سودا بھی لے آتے۔

محنت کر کے کھانا چاہئے

آپ ﷺ نے اپنے ارشادات میں رزق حلال کے لئے کسب وسعی کی تلقین فرمائی ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کا رسی لے کر جنگل جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔ دوسری روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھر لاد کر لائے تو یہ سوال کرنے سے بہتر ہے''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے اسوہ حسنہ کا مشاہدہ کیا اور آپ کے ارشادات کو سنا تو ان کی حالت یہ ہوگئی کہ کسل مندی اور بے کاری کے ایام گزارنا پسند ہی نہ کرتے تھے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب کثرت روایات کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے صحابہ کی مشغولیات ومصروفیات کی طرف اجمالاً اشارہ کیا۔انہوں نے مہاجرین کے بارے میں فرمایا کہ وہ بازار میں مشغول رہتے ہیں اور انصار کے بارے میں بتایا کہ وہ کھیتوں اور باغات میں کام کرتے ہیں۔صحیح بخاری میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کاروبار، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تجارت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بازار میں مشغولیت کا ذکر ہے۔۔مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ النور آیت ۳۷ کی تفسیر میں صحابہ کے طرز معیشت کے بارے میں لکھا ہے: ''اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام زیادہ تر تجارت پیشہ یا صنعت پیشہ تھے''۔امام بخاری نے حداد (لوہار)، خیاط (درزی) ،نسّاج (کپڑا بننے والا) ،نجّار(بڑھی)، صائغ (سنار) سے متعلق مختلف روایات نقل کی ہیں۔جو انسان کو کسب وسعی کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ہمارے ائمہ کے ناموں کے ساتھ مختلف پیشوں کی نسبتیں (جیسے بزاز، قفال، جصاص، قطان وغیرہ) بھی ظاہر کرتی ہیں کہ علم وعمل کی ان بلند شخصیتوں نے

عمل صالح کا کیسا جامع تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا۔امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے کہ کیا ہی اچھا ہو کہ درزی اپنی سوئی کو اور بڑھی اپنی آری کو تسبیح بنا لے۔

(ماخوذ از اقتباس ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، پاکستان)

صادق وامین تاجر کا مقام

تجارت محبوب پیشہ ہے جبھی تو صحابہ کرام اس کو کثرت سے اختیار کئے ہوئے تھے اور حضور علیہ السلام کا مبارک ارشاد بھی ہے کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا اس لئے تجارت کرتے وقت سچائی اور امانت داری کا خیال کرنا چاہئے۔جھوٹ بول کر چند کوڑیوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔اچھی اور بہتر اشیاء فروخت کریں لوگوں میں ایثار اعتماد قائم کریں لوگ دور دور سے آپ کے پاس سامان خریدنے کے لئے تشریف لائیں گے۔اسلام نے تجارت کے جو اصول وضوابط بتائے ہیں ان کو اختیار کریں اور حلال طریقہ سے اپنی تجارت کو خوب فروغ دیں اور ترقی کے منازل طے کریں کوئی قباحت نہیں۔البتہ مسلمان بن کر سارا کام کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

فرض نمازوں کے بعد

تہجد سب سے بہتر نماز ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد وعورت پر رات ودن میں کل پانچ نمازیں فرض کی ہیں جن کی ادائیگی ہر ایک پر لازم اور ضروری ہے۔ قیامت میں سب سے انہیں نمازوں کے تعلق سے بازپرس ہوگی اگر ان نمازوں میں کوتاہی ہوگی تو بھرپائی کرنے کے لئے دوسرے اعمال کا ہونا بہت ضروری ہے اور اس کی بہتر شکل یہی ہے کہ ہم نوافل کی پابندی کریں اور نوافل میں بھی سب سے اہم تہجد کی نماز ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْئَلُنِىْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُ فِىْ فَاَغْفِرَ لَهٗ" (بخاری ومسلم)

محترم خواتین اور عزیزہ طالبات! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب اللہ تبارک وتعالیٰ نازل ہوتا ہے (اتر آتا ہے) ہر رات، اس نظر آنے والے دنیا کے آسمان پر جب کہ رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ (یعنی تہجد کے وقت) کہتا ہے کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی مدد کو دوڑوں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ اسے دوں؟ کون مجھ سے معافی مانگتا ہے کہ اسے معاف کردوں؟ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حاجت مند، حاجت روا کی طرف اپنی حاجتیں لے کر آتا لیکن یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ کنواں پیاسے کے پاس آرہا ہے کہ اس سے پیاسے انسان اپنی پیاس بجھالے، مدد چاہئے کوئی حاجت پوری کرنی ہے، گناہوں سے معافی چاہئے، جو بھی ہو تمہارا خالق ومالک تمہارے قریب آتا ہے تاکہ تمہاری مصیبتیں تم سے دور کردے۔ لفظ تہجد بنا۔ تہجد کے معنی نیند کے ہیں، یعنی نیند کو خراب کرنا، ضائع کرنا، ختم کردینا، تہجد کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ فرض کے علاوہ قرآن میں نہ نماز تراویح کا، نہ نماز عید کا اور نہ نماز جنازہ کا ذکر ہے۔ اگر ہے تو نماز تہجد کا ہے۔ مثلاً سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹ میں کہا گیا:

ترجمہ: اور رات کو تہجد پڑھو، یہ تمہارے لئے نفل ہے۔ بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کردے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد کون سی نماز سب سے بہتر ہے؟ فرمایا "آدھی رات کی نماز (یعنی تہجد)۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اس نماز کی اہمیت ہے تو وہ صرف اور صرف

تہجد کی ہے اس لئے اس سے غفلت نہیں برتنا چاہئے۔ یہی نہیں اگر فرائض چھوٹ جائیں تو گناہ ہوگا اور ان کی قضا ادا کرنا ہوگا لیکن تہجد کے بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص یہ نیت کر کے سویا کہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھے گا لیکن وہ سوتا ہی رہ گیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی، اس کے نامۂ اعمال میں وہی لکھ دیا گیا جس کی اس نے نیت کی تھی اور اللہ اس پر نیند کا صدقہ کیا۔ (نسائی، ابن ماجہ) مثلاً کوئی شخص نیند سے بیدار نہ ہوسکا فرض نماز ادا نہ کرسکا، اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا جس کی اس نے نیت کی تھی اور نہ ہی اس پر نیند کا صدقہ ہوگا، چاہے پانچوں نمازوں میں سے کوئی بھی نماز ہو۔ یہ نمازیں نہ پڑھنے پر گناہ سے اور قضا کی گنجائش بھی لیکن تہجد نہ پڑھ سکے تو گناہ نہیں۔ ارادہ تھا، نیند لگ گئی، ثواب مل گیا۔ اس کے باوجود اگر کوئی تشنگی محسوس کرتا ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مقرر کئے ہوئے وظیفہ (نماز تہجد وغیرہ) یا اس کے کچھ حصے سے سوتا رہ جائے اور اسے فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے تو اس کیلئے ایسا ہی لکھ دیا جاتا ہے گویا اس نے رات ہی کو اپنا وظیفہ پڑھا۔

(مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

تہجد شکر گذاری کے لئے بھی ہے

تہجد صرف حاجت مندی ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ شکر گزاری کے لئے بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو قیام فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں ورم آلود ہوگئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا: ”کیا میں

اپنے پروردگار کا شکر گزار نہ بنوں؟“ (بخاری، مسلم) اس کے باوجود اس قدر اہمیت کی حامل نماز کے لئے جماعت کی پابندی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز کے لئے گئے، چند لوگ وہاں موجود تھے۔ دوسری رات اور لوگ آ گئے۔ تیسری رات مزید اور لوگ آ گئے۔ چوتھی رات مسجد بھر گئی لیکن آپ نہیں آئے حالانکہ لوگ زور زور سے باتیں کرنے لگے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں تشریف لائے اور فرمایا: ”میں نے تمہیں سنا“۔ سوائے فرض نمازوں کے بہتر ہے کہ انفرادی طور پر گھر پر ادا کریں۔“ اس حدیث سے ہمیں اس کی پہلی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہر رات جماعت کی خاطر مختلف موسم میں مسجد آنا آسان نہیں۔ خصوصاً بیمار، بوڑھے اور بچوں کیلئے۔ اس کے علاوہ ایسے نوجوان جن کا دن محنت مزدوری میں گزرتا ہے، ان کا ہر رات اٹھنا اور مسجد جانا ممکن نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رات کو تنہائی میں نماز ادا کرنا اور دعا میں اپنے دل کی بات اللہ تعالیٰ سے کھل کر کہنا، مسجد میں مصلیوں کے درمیان ممکن نہیں۔ مسجد میں تہجد گزار کے خود احساسی و خود شعوری میں مبتلا ہونے کا امکان ہے۔ گھر کی تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے تمام راز و نیاز ممکن ہے جو اپنی شریک حیات سے بھی ممکن نہیں۔ ماہر نفسیات المنڈ فرائیڈ کا کہنا ہے کہ جب کسی کو خوشی یا غم ہو تو اسے فوراً اپنے قریبی راز دار سے اس کا اظہار کر دینا چاہئے کہ اس سے قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے لئے ہمارا راز دار اللہ تعالیٰ ہے۔

تہجد کی تاکید

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھ سے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ ”کیا تم دونوں نماز تہجد

نہیں پڑھتے؟'' (بخاری ومسلم) یعنی آپ ﷺ کو تعجب ہوا کہ اس قدر اہم نماز سے غفلت کیسی؟ سوائے اس موقع کے ہمیں کہیں نہیں ملتا کہ حضور ﷺ آدھی رات کے وقت کسی اور کام سے کسی کے مکان تشریف لائے، چاہے خوشی کا موقع ہو یا غم کا۔ تہجد کی تاکید کے بارے میں ایک اور حدیث ہمیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! تم فلاں کی طرح نہ ہو جانا جو تہجد کے لئے اٹھتا تھا پھر اس نے اٹھنا چھوڑ دیا۔'' (بخاری ومسلم) اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کا پابند نہ ہونا تو ممکن ہے لیکن مستقلاً تہجد سے کنارہ کشی کر لینا اچھی بات نہیں بلکہ تہجد کی اہمیت میں ہمیں ابوداؤد کی یہ حدیث ملتی ہے کہ جب کوئی مرد رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں میں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والیوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے ایک مسلمان کیلئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ اس کا نام نیک لوگوں کی فہرست میں درج کر دیا جائے اسکے آگے یہ بھی کہا گیا کہ بیوی نہ اٹھ پا رہی ہو تو شوہر اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارتا ہے اور اگر شوہر نہ اٹھ پا رہا ہو تو اسی طرح بیوی اسے جگاتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز تہجد کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے صلحاء اکابر بھی بڑی پابندی سے تہجد پڑھتے تھے ابتدائے اسلام میں تہجد کی نماز فرض تھی ہر ایک کے لئے اس کا پڑھنا ضروری تھا اور نہ پڑھنے کی صورت میں تارک فرائض شمار کیا جاتا اور گنہگار رہتا پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے رحم و کرم کا معاملہ کرتے ہوئے فرضیت تو ساقط فرما دی مگر اس کے فوائد و ثمرات کا کون انکار کر سکتا ہے انسان کو اللہ سے قریب کرنے کا اہم ذریعہ تہجد ہے اس لئے ہمیں بھی تہجد کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆

بچوں کو مسجد میں لاکر بہتر تربیت کریں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! اسلام کتنا پیارا مذہب ہے ہر طبقہ انسانی کا خیال کرتا ہے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی تاکید کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلٰوةَ اِبْنَ سَبْعَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَیْهَا اِبْنَ عَشَرَ'' بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی تعلیم دو یعنی نماز پڑھنے کا طریقہ بتلاؤ عملی طور پر اس کو کر کے دکھاؤ اور پیار و محبت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد لے جاؤ تاکہ اسے مسجد کا ماحول ملے اور ابھی سے اس کی عادت نماز پڑھنے کی بن جائے اور جب دس سال کی عمر کو پہونچ جائیں اور نماز چھوڑ دیں تو تنبیہ کے طور پر ان کی پٹائی بھی کرو تاکہ ان کی عادت خراب نہ ہو جائے

اس قدر نماز کا اہتمام کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو ڈھا دیا یعنی نماز نہیں پڑھی اس نیدین کو ڈھا دیا۔اس لئے خود بھی پابندی کریں اور بچوں کو بھی نماز کا عادی بنائیں۔

حضور علیہ السلام نماز میں بھی بچوں کا خیال فرماتے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی پاک ﷺ کے پاس آتے، جب کہ آپ سجدے میں ہوتے تو آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے۔آپ ﷺ انہیں اتارتے نہیں تھے، جب تک وہ خود نہیں اتر جاتے، اور وہ آتے اور آپ ﷺ رکوع کر رہے ہوتے تو اپنے دونوں پیروں کو پھیلا دیتے اور وہ دوسری طرف نکل جاتے۔(ایضا:ص۵۹)

کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جسکے ذریعہ یہ ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما اوقات نماز میں مسجد آنے پر ناراض ہوئے ہوں اور اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے کبھی یہ کہا ہو کہ بچے مسجد میں نماز کے دوران کیوں جاتے ہیں یا روکنے کی ہدایت کی ہو۔یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کا جو زمانہ پایا اس میں ان کی عمریں محض چند سال تھیں۔

بچوں کے حوالے سے مختصر نماز پڑھنے کا بھی حکم ہے تاکہ بچوں کے رونے سے ان کی ماں یا دیگر نمازیوں کا دھیان بٹنے کا امکان کم رہے۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ نماز طویل کروں۔پھر بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز اس ڈر سے مختصر کرتا ہوں کہ اس کی ماں کے لئے تکلیف کا سبب نہ بن جائے۔

خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں بچے آتے ہیں

خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی میں بچوں کو ساتھ لانے کا عام رواج ہے۔تقریباً تمام ہی نمازوں میں ناسمجھ اور سمجھ دار ہر دو قسم کے بچے ہوتے ہیں اور ان مقامات مقدسہ پر کثیر تعداد کے پیش نظر یہ اہتمام بھی نہیں ہو پاتا کہ مردوں کی صفوں کے بعد بچوں کی صف بنائی جائے، بلکہ بچوں کو اپنے ساتھ کھڑا رکھنے کا رواج ہے۔خود میں نے دیکھا کہ مغرب کی نماز کے دوران بیت اللہ اور پہلی صف کے درمیان بچے بھاگتے دوڑتے رہے مجھے خدشہ ہوا کہ نماز کے بعد ان بچوں کو بری طرح ڈانٹا یا پیٹا جائے گا مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ نماز کے بعد بچوں کو انکے والدین نے بڑے پیار سے چوما اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔اسی طرح مسجد نبوی ﷺ میں بھی ہوا اور جب میرے خدشے کے پیش نظر بچوں کی سرزنش نہ ہوئی تو میں نے مدینہ میں مقیم اپنے ایک عزیز سے استفسار کیا کہ ہمارے یہاں تو والدین خود اور دیگر نمازی بچوں پر برس پڑتے ہیں۔

مگر یہاں بچوں کو ڈانٹنا تو کجا، انہیں پیار کرنے اور چومنے کی کیا وجہ ہے؟ وہ بولے: اچھا ہوا تم نے اس پورے معاملے کو خاموشی سے دیکھا۔اگر کہیں غلطی سے بچوں کو ڈانٹ دیتے یا ان کے والدین سے شکایت کرتے تو لوگ تم پر برس پڑتے۔

کیونکہ یہ عام خیال ہے کہ مسجد نبوی ﷺ پر بچوں کا حق سب سے زیادہ ہے۔اگر وہ نادانی میں بھاگیں دوڑیں، شرارت کریں یا نمازیوں کی پیٹھ پر چڑھ جائیں تو کوئی حرج اور کراہیت کی بات نہیں۔کیونکہ حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی مسجد میں بھاگتے دوڑتے آتے اور منبر تک چلے جاتے تھے۔ہمارے معاشرے میں بچوں اور مسجد کے تعلق کے درمیان ایک خلیج حائل کر دی گئی ہے۔اگر کوئی اپنے بچے کو ساتھ لے آئے اور برابر میں کھڑا کرے تو دوسرے اعتراض کرتے ہیں۔اگر بچے پیچھے

نماز پڑھ رہے ہوں تو دوران نماز چند بچوں کی شرارت پر سب بچوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہوئے بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی اپنے بچے کی حمایت کرے تو اسے بھی اڑے ہاتھوں لیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بچے مسجد میں آنے سے کتراتے ہیں۔ یوں مساجد بچوں سے غیر آباد ہوتی جارہی ہیں۔

ہم بچوں کی تربیت میں رکاوٹ بن رہے ہیں

اب ذرا اپنے گردوپیش پر نظر کیجئے۔ ہماری اکثر مساجد کے گرد دکانیں ہوتی ہیں۔ ایک اسلامی معاشرہ ہونے کے باوجود دکان دار اور قریبی مکین مسجد کے تقدس سے ناآشنا ہیں۔ موسیقی، گانے اور اشیائے ضروریہ بیچنے والوں کی صدائیں ان سب سے بڑھ کر قریب سے گزرنے والی گاڑیوں کا شور اور بلاوجہ ہارن کا استعمال.....ان مواقع پر مسجد میں موجود نمازی کیا کرتے ہیں؟ محض ان امور کو نظر انداز کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ دکان دار یا صاحب مکاں کو کچھ کہہ سکتے۔ ہاں اگر غصہ آتا ہے تو ان معصوم بچوں پر جو اپنے والدین کے ہمراہ خوشی خوشی مسجد میں آتے ہیں اور ابھی آداب نماز اور احترام مسجد سے واقف نہیں۔ اس لئے دوران نماز بچے گلیوں میں کھیلنے یا گھروں میں ٹی وی دیکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ عمل اسلامی معاشرے کی تیاری کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ آیئے! غور کریں ہم کس طرح بچوکو مسجد میں لاکر ان کی بہتر تربیت کرسکتے ہیں۔

بچوں کا دل سادہ لوح ہے

حضرت نبی کریم ﷺ بچوں پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ اپنی نواسی امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا کو کندھے پر بیٹھا کر نماز پڑھا رہے ہیں جب رکوع

میں جاتے ہیں تو نیچے رکھ دیتے ہیں اور رکوع سجدے سے فارغ ہونے کے بعد جب کھڑے ہوتے ہیں تو پھر کندھے پر اٹھا لیتے ہیں ظاہر سی بات ہے جب بچے مسجد میں آئیں گے وہاں کا نورانی ماحول دیکھیں گے تو آہستہ آہستہ ان کے دلوں پر اثر کرے گا بچوں کا دل تو بالکل سادہ تختی کی طرح ہوتا اس پر جو نقش کردو گے نقش ہوجائے گا اس لئے کم عمر ہی میں ان کو صحیح تربیت پر لگائیں تاکہ آگے ان کے دلوں میں دین کا جذبہ پیدا ہو اور بڑے ہونے کے بعد قوم کے قائد ورہنمائیں اور خود بھی سچا پکا مسلمان بن کر زندگی گذاریں اور دوسروں کو بھی اسلام کی صحیح معنوں میں دعوت وتبلیغ کرنے والوے بن جائیں بچوں کی شرارتوں سے ہرگز ہم دل برداشتہ نہ ہوں اس لئے کہ ان کا کام ہی شرارت کرنا ہے اگر بچے شرارت نہیں کریں گے تو کیا بڑے بوڑھے شرارت کریں گے۔ اور جیسے ہم گھروں میں بچوں کو بہت سی غلطیوں کو درگذر کردیتے ہیں بلکہ ان پر توجہ بھی نہیں دیتے اسی طرح مسجدوں میں بچے شرارت کریں تو ہرگز افسوس نہ کریں۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

چھ اعمال پر جنت کی ضمانت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! انسان کو خیر وشر دونوں کا اختیار دیا گیا ہے یعنی اللہ کی طرف سے کوئی ایسی سیکورٹی نہیں جو اس کو برائی کرنے یا نیکی کا کام کرنے کے لئے رکاوٹ بن سکے۔ البتہ نیکی وبدی دونوں کا انجام بھی بتا دیا گیا اگر برا کرے گا تو اس کا انجام برا ہوگا اور اچھا کام کرے گا تو اس کا انجام یقیناً سودمند ثابت ہوگا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے گناہوں سے بچنے کے لئے طرح طرح سے امت کو سمجھایا اور نیکا کام کرنے کے لئے ترغیبات دیں اور کثرت سے فضائل

بھی بیان کئے ایک دفعہ صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ بتاؤ اگر کسی کے گھر کے سامنے سے نہر بہہ رہ ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ دفعہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل کچیل باقی رہے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسی طرح جب آدمی پانچ وقت نماز پڑھے گا تو اس کے گناہ بھی دھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے شرط یہ ہے کہ ہماری نماز نماز کی طرح ہو صرف خانہ پری نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کو امت کا اتنا درد وغم تھا کہ امت کے لئے دعائیں کرتے کبھی ترغیبی بات کبھی وعید کی باتیں سنایا کرتے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہیکہ مجھے چھ باتوں کی گیارنٹی دے دو، میں تمہارے لئے جنت کی گیارنٹی لیتا ہوں، ہمیشہ سچ بولو حتی الامکان وعدہ پورا کرو، امانت میں خیانت نہ کرو، شرمگاہ کی حفاظت کرو، نگاہیں نیچی رکھو، ہاتھوں کو ظلم سے روکو۔

● ''سچائی، ایفائے عہد، امانت'' ان تینوں کا تعلق اللہ اور بندہ دونوں سے ہے، اللہ کے معاملے میں سچ بولنا یہ ہے کہ اس کی توحید کا اقرار کرے، صدق دلی سے کلمہ پڑھے، زبان سے کلمہ توحید پڑھنا اور دل سے انکار کرنا بدترین جھوٹ اور نفاق ہے، بندوں کے معاملات میں سچ اور جھوٹ بالکل ظاہر ہے۔ خلاف واقعہ بات کہنا جھوٹ ہے، جو کسی طرح جائز نہیں اسی طرح انسان نے اللہ کے سامنے (یوم السبت میں) اسکے رب ہونے کا اقرار اور فرمانبرداری کا جو عہد کیا ہے، اسکا پورا کرنا ضروری اور فرض ہے، بندہ بندہ سے کوئی وعدہ کرے تو حتی الامکان اسکا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

● امانت... ایمان اور وہ احکام وفرائض جن کا اللہ نے انسان کو مکلّف کیا ہے، وہ سب امانت ہیں، اسی طرح اگر کوئی انسان دوسرے انسان کو حفاظت کیلئے کچھ دے، کوئی راز کی بات کہے، وہ بھی امانت ہے دونوں کی حفاظت بندہ پر ضروری ہے۔

● حفاظت شرمگاہ......اس کی دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ شرمگاہ کو ناجائز جگہ استعمال کرنے (یعنی حرام کاری) سے بالکل احتراز کرے، دوسرے اپنے جسم کا خیال رکھے، کہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے، کیوں کہ یہ بھی حرام ہے، ستر کے دیکھنے اور دکھانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے، یہ حکم اس کے لئے جس کا دیکھنا حرام ہے، شوہر وبیوی اس سے مستثنیٰ ہیں۔مرد کا ناف سے لے کر گھٹنے تک اور عورت کا ہاتھ پیر اور چہرہ کے علاوہ سارا جسم عورت ہے، مجبوری اور ضرورت شدیدہ کے علاوہ وہ حصہ دیکھنا اور دکھانا جائز نہیں۔

● غض بصر......(نگاہ نیچی رکھنا) یہ بھی ضروری ہے تاکہ کسی کے ستر پر یا غیر محرم پر نگاہ نہ پڑے، نیز دنیا کی چیزوں پر نہ پڑے جس کی وجہ سے دنیا کی طرف رغبت اور آخرت سے غفلت کے پیدا ہونے کا قوی امکان ہے۔

● کف ید......(ہاتھ روکنا)...حرام مال کے حاصل کرنے اور لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنے سے، یہ بہت ضروری ہے۔کسی تابعی کا مقولہ ہے، سچائی اولیائے کرام کی زینت اور جھوٹ بدبختوں کی علامت ہے۔قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔(سورہ نور:۳۰) اے نبی آپ مسلمان مردوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے زیادہ صفائی ستھرائی کا باعث ہے بے شک اللہ تعالیٰ باخبر ہے ان اعمال سے جو وہ کرتے ہیں۔

یہ مردوں کو خطاب کرکے فرمایا گیا اور جو احکام مردوں کے لئے ہیں وہی احکام عورتوں کیلئے بھی ہیں۔قرآن واحادیث میں بیشتر مقامات پر مردوں کو حکم دیا گیا ہے اور اس کے ضمن میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں لیکن غض بصر کے مسئلہ میں عورتوں اور مردوں کو الگ الگ خطاب کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ. (سورہ نور:۳۰)

اور اے نبی مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور مقام زینت کو ظاہر نہ کریں مگر ان میں سے جو کھلا رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈال لیں جب آدمی کسی عورت کو دیکھتا ہے کہ بن سنور کر جارہی ہے تو شیطان اس کے دل میں برے وسوسے پیدا کرتا ہے اور گندے خیالات لاتا ہے اس لئے عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ جب بھی باہر نکلنے کی ضرورت محسوس ہو تو بلا پردہ ہرگز باہر نہ نکلیں نامحرم مرد پر ہرگز نگاہ نہ ڈالیں اسی طرح مردوں کو بھی مکمل احتیاط کرنی چاہئے کہ اگر کوئی عورت بلا پردہ آجائے جیسا کہ آج کثرت سے ہو رہا ہے تو مرد ہرگز اس عورت کو نہ دیکھے اگر آج مسلمان اس آیت کریمہ پر عمل پیرا ہوجائیں تو بہت سی برائیاں جو معاشرے میں جنم لے رہی ہیں ان کا مکمل خاتمہ ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احکام شرع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

بارش اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَھُوْراً. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! بارش اللہ تعالی کی عظیم نشانی او عظیم نعمت ہے بارش کے ذریعہ خوشحالی آتی ہے انسان اور حیوانات سبھی کو راحت وآرام اور چین وسکون حاصل ہوتا ہے تقریباً ہر سال کہیں نہ کہیں ایسا ہوتا ہے کہ قحط پڑ جاتا ہے کھیتیاں سوکھی پڑی رہتی ہیں جانور بھوکوں مرتے ہیں اشیائے خورد ونوش گراں ہوجاتی ہیں امیر وغریب ہر ایک پریشان رہتا ہے البتہ غریبوں خصوصاً کسانوں کو کچھ زیادہ ہی پریشانی ہوتی ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو سب لوگ خوشحال ہوتے ہیں اشیا سستی ہوتی ہیں جتنے بھی جاندار ہیں سب کو آرام ملتا ہے الغرض بارش اللہ رب العزت کی عظیم نشانی اور عظیم نعمت ہے۔

پروفیسر شہزاد الحسن چشتی ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک بارش بھی ہے۔ آیت کے اصل معنی اس نشانی یا علامت کے ہیں جو کسی چیز کی طرف رہنمائی کرے۔ قرآن میں یہ لفظ چار مختلف معنوں میں آیا ہے۔ کہیں اس سے مراد محض علامت یا نشانی ہی ہے۔ کہیں آثار کائنات کو اللہ کی آیات کہا گیا ہے، کیونکہ مظاہر قدرت میں سے ہر چیز اس حقیقت کی طرف اشارہ کررہی ہے جو اس ظاہری پردے کے پیچھے مستور ہے۔ کہیں معجزات رسول ﷺ کو آیت کہا گیا ہے اور کہیں کتاب اللہ کے فقروں کو آیت کہا گیا ہے۔ بارش چونکہ مظاہر قدرت میں سے ہے لہٰذا یہ بھی اللہ کی آیت یا نشانی ہوئی۔ کرہ ارض پر موجود پانی کو اللہ تعالیٰ بخارات میں تبدیل فرماتا ہے، جو بادلوں کی صورت ہوا کے دوش پر آسمان (عالم بالا) کی طرف سفر کرتے ہیں اور جہاں جہاں ان کی ضرورت ہوتی ہے پھیلا دیئے جاتے ہیں اور زمین کے اوپر ایک خاص فاصلے پر پہنچ کر بالعموم پانی کی بوندوں کی شکل میں زمین ہی پر برس پڑتے ہیں۔ بعض اوقات اولوں اور برف کے گالوں کی صورت میں بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے خوش کن اور خوب صورت پیرایئے میں بادلوں کے بننے اور ان سے پانی کے برسنے کو بیان فرماتا ہے وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوش خبری لئے ہوئے بھیجتا ہے، پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھالیتی ہیں تو انہیں کسی مردہ سرزمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ (پانی) برسا کر (اسی مری ہوئی زمین سے) طرح طرح سے پھل نکال لاتا ہے۔

بارش میں قدرت کی نشانیاں

کرۂ ارض پر موجود پانی سمندر، دریا، جھیلوں کی کھلی سطح، زمین کے مسام، دودھ پلانے حیوانات (میملز) کی جلد پر موجود مسام اور درختوں اور پودوں کے پتوں پر

ننھے ننھے سوارخوں سے بخارات میں تبدیل ہوتا ہے۔اس کی وجہ کھلا ماحول، اس میں ہوا کی گردش اور ماحول کا درجۂ حرارت ہے اور یہ سورج کی تپش کا نتیجہ ہے۔حکمت الٰہیہ کے تحت بخارات ہوا کے دوش پر عالم بالا کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ دراصل یہی بخارات بادل ہیں اور ان کی مقدار بادلوں کو گہرا یا ہلکا بناتی ہے۔سمندر کی سطح سے ان بخارات کے سات نمک کے نہایت مہین ذرات بھی بادلوں میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ بادل جلد ہی ننھی آبی بوندوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ بخارات کا پانی کسی بھی ننھے سے نمک کے ذرے کے گرد جمع ہوجاتا ہے یا پھر کائناتی دھول کے ننھے سے ذرے کے گرد جمع ہوتا ہے۔ یہ کائناتی دھول کیا ہے اور اس کے ذرات کیا ہیں؟ یہ بات ابھی تک پردہ اخفا میں ہے۔اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک کیوبک سنٹی میٹر رقبے میں ۵۰-۵۰۰ ننھی آبی بوندیں ہوتی ہیں۔ پھر یہ بوندیں بارش کی شکل میں برسنے والی بوندوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ یہ کس طرح ہوتا ہے؟ یہ بھی ابھی تحقیق طلب ہے۔دو سائنس دانوں برگیرون اور فنڈیسن نے ۱۹۵۰ء میں مذکورہ نظریہ پیش کیا تھا۔ جب بارش برستی ہے تو یہ ننھی آبی بوندیں، یعنی ایک مرکز کے گرد جمع شدہ پانی، عالم بالا سے زمین کی طرف جیسے جیسے گرتی ہیں تو ہر بوند پھیلتی ہے اور اس کی سطح کا رقبہ بڑھ جاتا ہے۔اس کے باعث آبی بوند کے گرنے کی رفتار ہوا کی رکاوٹ کے باعث کم ہوجاتی ہے اور بوند نہایت آہستگی سے زمین پر اس طرح گرتی ہے جیسے کسی پیراشوٹ کے ذریعے اتری ہو، ورنہ بغیر رکاوٹ کے عالم بالا سے برسنے والی بوندیں زمینی مخلوق کا زندہ رہنا مشکل بنادیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ بارش کے برسنے کے موضوع پر مزید انسانی تحقیقات کے نتیجے میں اور بھی توجیہات سامنے آئیں گی مگر بنیادی حقیقت وہی ہے جسے قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے: ”کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا“ (الزمر:۳۹:۲۱) گویا اللہ تبارک

وتعالیٰ نے یہ کائنات تخلیق کی ہے وہی اس کا مالک و آقا ہے اور اس نے کرۂ ارض پر بارش برسانے کا نظام قائم کیا ہے۔اس کے قوانین بنائے ہیں اور اس کے ذریعے زمین پر اپنی مخلوقات کے لئے رزق کے بہم پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔انسان کا کام یہ ہے کہ وہ ان قوانین اور اس نظام کے معلوم کرنے کے لئے جدوجہد کرے اور صرف اور صرف اللہ کی کبریائی بیان کرے اور فرشتوں کی طرح اس کی تسبیح بیان کرے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجائے۔کسی فرشتے یا جن یا انسان یا مٹی اور پتھر کے بنے بتوں میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ یہ کام کرسکیں۔لہٰذا بارش برسنے کا عمل انسان سے خدائے واحد پر ایمان کا متقاضی ہے۔

اگر انسان غور کرے تو بہت سی نشانیاں قدرت ملیں گی جو اس کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔کسی نے خوب کہا ہے کہ: از زمیں روید، وحدہ لاشریک لہ گوید، ہر گھاس جو زمین سے اگتی ہے وہ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

فاحشہ اور بے شرم عورت کو جہنم کی وعید

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات،عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! انسانی معاشرے کو تباہ وبرباد کرنے والی سب سے خطرناک چیز بے حیائی ہے جس کی ابتدا بے پردگی سے ہوتی ہے اور انتہا زنا کاری پر، اس لئے ابتدا ہی میں کنٹرول ضروری ہے انسان کی طرف ہے کہ جب تک کسی شی کو وہ دیکھتا نہیں اس وقت تک اس سے بات کرنے کا شوق اور داعیہ پیدا نہیں ہوتا یا اس کا الٹا جب تک بات نہیں ہوتی اس وقت تک دیکھنے کا زیادہ شوق نہیں ہوتا اس لئے دیکھنے اور بات کرنے سے ہی مکمل طور پر

حفاظت کریں اور اس کے لئے سب سے بہتر شکل یہی ہے کہ مرد اجنبی عورتوں سے دور رہے اور عورت اجنبی مردوں سے دور رہے اور مکمل طور پر پردے کا اہتمام ہر ایک کریں اس کے بغیر گناہوں سے بچنا بظاہر ناممکن ہے۔

انسان کے اعضائے جسمانی سے بھی کہیں نہ کہیں زنا کاری کا صدور ہوجاتا ہے۔آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کی زنا کاری اجنبی عورت کو نظر بھر کر دیکھ لینا ہے یہ ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا کاری اجنبی عورت کو چھولینا ہے۔قدم بھی زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا کاری کوٹھوں کی طرف جانا ہے۔زبان بھی زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا کاری فحش باتیں بول دینا ہے۔اسی طرح دل سے بھی زنا کاری کا صدور ہوتا ہے کیونکہ یہ سوچتے اور تصور کرتے ہیں۔(متفق علیہ) مذکورہ حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ اجنبی عورتوں کے نظارہ حسن سے لطف اندوز ہونا مردوں کے لئے اور اجنبی مردوں کو مطمح نظر بنانا عورتوں کے حق میں سم قاتل وموجب فتنہ ہے چونکہ یہیں سے برائی اور فتنے کا طوفان برپا ہوتا ہے۔علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تمام آفتیں نظر بازی سے پیدا ہوتی ہیں۔ بسا اوقات نظر بازی دل میں اس طرح چبھ جاتی ہیں جس طرح تیر گوشت میں پھر یہی نظر بازی آدمی کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ (الجواب الکافی لمن سأل عن دواء الشافی)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ایک نوشہ صحابی کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں نوشادی شدہ صحابی کی بیوی ایک مرتبہ دروازے پر کھڑی تھی، یہ دیکھ کر صحابی مذکور کو غیرت آگئی اور انہوں نے اپنی بیوی کو نیزہ بھونکنا چاہا لیکن جب ان کی بیوی نے گھر میں سانپ کے ہونے کی وجہ بتائی تو وہ رک گئے۔(مسلم شریف)

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ غیروں کے سامنے دلربا انداز میں چلنے والی عورت کی مثال ایسی ہے جیسے قیامت کے روز کی تاریکی کہ اس میں شر

ہی شر ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حدیث میں ان تمام عورتوں پر سخت تنقید کی گئی ہے جو دلکش اداؤں والی اور مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں، آپ کا ارشاد ہے: جو عورت بن سنور کر اور خوشبو لگا کر گھر سے نکلے سمجھو وہ زانیہ ہے۔ (جامع ترمذی) یہی نہیں بلکہ فاحشہ اور بے شرم عورت کو حدیث میں جہنم کی وعید سنائی گئی۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: دو قسم کے لوگ بالضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ ایک ظالم حکمراں اور دوسرے وہ عورت جو نہایت باریک کپڑا پہن کر جسم دکھانے والی، دوسرے کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی اور خود دوسروں کے سپرد ہونے والی ہیں، اس طرح کی عورت کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گی۔ اور نہ ہی جنت کی خوشبو پاسکیں گی۔ جب کہ جنت کی خوشبو بہت ہی دور سے پائی جائے گی۔ (مسلم شریف)

عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان جھانکتا ہے

حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنُ“ عورت گویا ستر ہے جس طرح ستر کو چھپا رہنا چاہئے اسی طرح عورت کو گھر میں پردے میں رہنا چاہئے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیاطین اس کو تاکتے اور اپنی نظروں کا نشانہ بناتے ہیں، عورتوں کو بلاضرورت باہر نکلنا ہی نہیں چاہئے ہاں ضرورت کے موقع پر نکل سکتی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: ”اِنَّهُ قَدْ اِذْ لَكِنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ“ تمہارے لئے ضرورت کے وقت باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”مَا مَنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مُحَاسِنِ امْرَأَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا“ جس مرد مومن کی کسی عورت کے حسن و جمال پر پہلی دفعہ نظر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ نیچی کرلے۔ اور اس کی طرف نہ دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائے گا

جس کی وہ لذت وحلاوت محسوس کرے گا۔ شریعت نے فطرت انسانی کا بھی بڑا خیال ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”اِنَّ الْمَرْأَةَ قَبْلَ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ اِذَا اَحَدُكُمْ اَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِيْ قَلْبِهٖ فَلْيَعْمِدْ اِلٰى امْرَأَتِهٖ فَلْيُوَاقِعْهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِيْ نَفْسِهٖ“ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت شیطان کی طرح آتی جاتی ہے یعنی اس کا ڈھنگ اور اس کی چال آدمی کے لئے شیطان فتنہ کا سامان بن سکتی ہے تو کسی کو اگر ایسا واقعہ پیش آئے کہ کوئی ایسی عورت اچھی لگے اور اس کے ساتھ دلچسپی اور دل میں اس کی خواہش پیدا ہو جائے تو اس آدمی کو چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور اپنی نفسانی خواہش پوری کرے اس سے اس کی گندی خواہش کا علاج ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نظر بد سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اصلاحِ اُمت کیلئے

دعوتِ اسلامی کا فریضہ انجام دیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

سامعین باوقار ماؤں اور بہنو! قرآن کریم کی جو آیت کریمہ میں نے پڑھی ہے اللہ تعالیٰ اس میں فرماتے ہیں: اور تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خیر اور بھلائی کی دعوت دے اور نیکیوں کا حکم کرے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ قرآن تو رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہے اس کے سب سے پہلے مخاطب تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں انہوں نے اپنی

ذمہ داریاں کامل ومکمل طور پر ادا کر دیں۔ اور ملکوں ملکوں میں پھر کر اللہ کا دین، رسول اللہ کا پیغام پہونچایا اور دنیا کے کونے کونے تک اسلام کا کلمہ پڑھنے والے اگرچہ قلیل مقدار میں ہوں مگر پائے جاتے ہیں یہ انہیں اکابر واسلاف کی قربانیوں کا نتیجہ ہے اب ہماری بہت بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا اہم فریضہ اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنالیں۔

آج ہم علمائے دین کو یہ فرض پکار رہا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا پیغام بندگان خدا تک پہنچائیں جو دعوت دین کا ایک اہم تقاضا ہے اور دوسری طرف اصلاح امت کا فریضہ انجام دیں۔ اس لئے کہ جن لوگوں کے درمیان ہم زندگی گزار رہے ہیں وہ یا تو ہمارے اپنے مسلمان بھائی ہیں اور یا پھر برادران وطن ہیں اور ہر ایک ان میں سے ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ موجودہ حالات ایک طرف جہاں سنگین اور مایوس کن ہیں تو دوسری طرف خوش آئند اور سازگار بھی ہیں۔ حق اور باطل کی کش مکش تو بہر حال جاری ہے۔ اور جاری رہے گی۔ لیکن کامیابی ہر حال میں حق ہی کی ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اصلاح امت اور دعوت دین کے تعلق سے وقت کا، اسباب کا اور موقعوں کا انتظار کیا جائے، یہ کوششیں یقیناً اپنی جگہ مفید بھی ہیں اور مطلوب بھی، لیکن دعوت دین کے باب میں ہر وقت کوئی نہ کوئی موقع یا کم از کم کبھی نہ کبھی نصیب ہوتا ہے۔ اگر ہم نے اس موقع سے فائدہ اٹھالیا تو بھٹکے ہوئے انسانوں کی ہدایت کا سبب بن سکتے ہیں۔

آج میڈیا کے جتنے جدید وسائل انسان کو میسر ہیں وہ یقیناً اپنی جگہ ایک موثر ذریعہ ہیں۔ اسلام کے پیغام کو بندگان خدا تک پہنچانے کا، ان اہم ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ خود اپنی زندگی ہے۔ ہمارا کردار، ہمارے اخلاق، ہمارے معاملات

اور انسانوں کے ساتھ ہمارا سلوک خود تبلیغ اسلام کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ ایسی بیسیوں مثالیں اور واقعات ہم سنتے ہیں کہ جہاں اسلام کی ایک معمولی سی تعلیم کسی کی ہدایت کا سبب بن گئی ہے۔

معمولی اخلاق بھی قبول اسلام کا سبب بن گیا

اس ضمن میں صرف ایک مختصر سے واقعہ کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

ایک مقامی معروف دینی شخصیت کا بیان ہے ایک مرتبہ ان کے کچھ ساتھی ایک بس میں کہیں جانے کے لئے سوار ہوئے۔اس بس میں ایک ہندو فیملی بھی موجود تھی۔ بظاہر شریف قسم کے میاں بیوی تھے اور عورت حاملہ تھی۔بس چل پڑی۔کنڈکٹر جب ٹکٹ لینے کے لئے ان کے پاس پہنچا تو میاں نے اپنی جیب سے نوٹ نکالا اور کنڈکٹر کے حوالے کیا جو پھٹا ہوا تھا۔کنڈکٹر نے یہ کہہ کر وہ نوٹ واپس کر دیا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ دوسرا نوٹ دو۔ غالباً اس شخص کے پاس دوسرا نوٹ نہیں تھا، اس نے معذرت کی اور بڑی لجاجت سے کہا کہ فی الوقت میرے پاس یہی نوٹ ہے، لیکن ادھر کنڈکٹر اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بات بڑھتی چلی گئی، کنڈکٹر نے بس رکوا دی اور دونوں میاں بیوی کو بس سے اتارنا چاہا۔ بڑا دل خراش منظر تھا، بس کے سارے ہی مسافر بہت دیر سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ مولانا کے ساتھی سے رہا نہ گیا۔انہوں نے آگے بڑھ کر اس شخص سے کہا: آپ پریشان نہ ہوں، اپنا نوٹ مجھے دے دیں۔ اور پھر اچھا نوٹ اس کے حوالے کر دیا اور اس طرح یہ معاملہ رفع دفع ہوا اور بس چل پڑی۔ اس شریف انسان نے پوری احسان مندی کے ساتھ شکریہ ادا کیا اور باتوں باتوں میں ان کا نام اور پتہ معلوم کر لیا۔انہوں نے سمجھا یہ بس ایک اتفاق تھا جو پیش آیا، لیکن یہ اتفاق حسن اتفاق کی صورت میں ان دونوں میاں بیوی کی ہدایت کا

سبب بن گیا۔ وہ دونوں تقریباً ہفتہ عشرہ کے بعد ان مسلمان کا مکان تلاش کرتے ہوئے پہنچے اور اپنا تعارف کرایا۔ ابتدائی گفتگو کے بعد وہ غیر مسلم کہنے لگا: آپ جانتے ہیں کہ جس بس میں ہم سوار تھے اس کے تقریباً سارے ہی مسافر میرے ہم مذہب تھے، لیکن کسی شخص کے دل میں ہمارے لئے کوئی ہمدردی پیدا نہیں ہوئی۔ جب کہ ہماری صورت حال ان کے سامنے واضح تھی۔ میری بیوی حاملہ تھی اور راستے میں اتار دینے سے کس مصیبت سے ہم دوچار ہو سکتے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کسی کی زبان سے ہماری ہمدردی میں کوئی جملہ نہ نکلا اور آپ کو ہم سے یہ ہمدردی کیوں پیدا ہوئی، جب کہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہی نہیں؟ مسلمان صاحب سمجھ گئے کہ یہ اپنی اس ذہنی کش مکش سے نکلنا چاہتا ہے۔

انہوں نے کہا: برادر! تمہارا یہ سمجھنا بنیادی طور پر غلط ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ نہیں، یقیناً ہمارے درمیان انسانیت کا رشتہ ہے اور مذہب اسلام میں ہر رشتہ کے حقوق کی ایک فہرست ہے، ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہر ایک کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ آپ تو ایک انسان ہیں۔اسی جذبے کے تحت ہم نے آپ کی مدد کی اور پھر میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ کوئی خاص مدد تھی۔ تھوڑا سا تعاون جو ہم سے ہو سکا کیا۔ پھر انہوں نے بڑے احترام اور خلوص کے ساتھ تھوڑی دیر تک اس جوڑے سے اسلام کے سلسلے میں باتیں کیں۔اس نے مزید کچھ اسلام کے تعلق سے دریافت کیا اور آخری یہی چیز ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذریعہ بن گئی۔

اسلام اخلاق ہی سے پھیلا، آدمی اخلاق و کردار سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شان میں کسی اردو شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

قرآن عظیم نے آپ علیہ السلام کی مدح میں فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر ہیں اور اسی اخلاق کریمہ ہی کی وجہ سے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہونچانا فرض ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خیر امم کا لقب دیا ہے تمام امتوں میں سب سے بہتر امت اسلئے کہ اس امت کو وہ ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں جو انبیاء کو سونپی جاتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء ورسل مبعوث ہوئے ان سب کی ذمہ داری تھی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینا اور امتوں کی ذمہ داری تھی اس کو قبول کرنا امتوں کے ذمہ دعوت وتبلیغ کا اہم کام نہیں سونپا گیا تھا اب چونکہ سلسلہ نبوت بند ہو چکا کوئی نبی قیامت تک نئی

شریعت لے کر نہیں آئے گا اسلئے ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ تبلیغ دیں اور اشاعت اسلام کی خوب خوب کوشش کریں۔ علماء کرام کی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

حضرت مولانا سید علیم الحق عمری نہایت ہی دردمندی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ: ڈاکٹر رادھا کرشنن جو ایک فلسفی تھے، ان کے فلسفے کا موضوع ہی الٰہیات تھا، ایک مرتبہ ایک علمی محفل میں انہوں نے اسلام کے تعلق سے ایک معنی خیز جملہ کہا تھا کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔ اس تناظر میں مشہور داعی دین جناب حامد علی صاحب مرحوم کے خیالات بڑے ہی حقیقت پسندانہ حیثیت رکھتے ہیں، جب ایک تعلیم یافتہ غیر مسلم نے یہ سوالات اٹھا کر ان سے دریافت کیا تھا کہ "مولانا کیا بات ہے مسلمان جہاں بھی گئے وہاں کی آبادی کا نوے تا ننانوے فیصد طبقہ مسلمان ہو گیا، لیکن آٹھ سو سال سے زیادہ اقتدار پر رہ کر بھی ہندوستان میں ان کی حیثیت اقلیت ہی کی ہے؟ اور اسی ضمن میں اس شخص نے ایک دوسرا سوال یہ بھی کیا کہ جو قوم بھی ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوئی اسے ہم نے ہضم کر لیا مگر مسلمانوں کو ہم ہضم نہ کر سکے؟

مولانا نے بڑا بصیرت افروز جواب دیا کہ جن ملکوں کے نوے تا ننانوے فیصد باشندوں نے اسلام قبول کیا ان کو اسلام سے متعارف کرانے والے وہ لوگ تھے جن کی زندگیوں میں اسلام رچا بسا تھا، ان کی زندگی کا ایک ایک عمل اسلام کی ترجمانی کر رہا تھا، لیکن ہندوستان میں جو لوگ آئے ان کے نزدیک اسلام ایک ثانوی معاملہ تھا ان کی زندگیوں میں اسلام کا رنگ ہلکا اور دوسرے رنگ غالب تھے، دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اسکے باوجود مسلمان بہرحال اتنے گئے گزرے نہ تھے کہ تم جیسے لوگ ان کو ہضم کر لیتے۔

تبلیغ دین کے لئے

قدرت کی طرف سے زریں موقع عنایت کیا گیا تھا

ہندوستان کی سرزمین میں دعوت اسلامی کی کامیابی یا ناکامی کے اسباب پر جب بھی کوئی بات کی جائے گی اس میں علمائے دین کے کردار کو اور ان کی ذمہ داریوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، یہ یقیناً ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ اسلام کی نشر و اشاعت میں بحیثیت امت عام مسلمانوں کا جو طرز عمل رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں، ان میں بڑا المیہ یہ ہے کہ علمائے امت نے بھی اس باب میں کما حقہ اپنی ذمہ داری ادا نہیں کی ہے اور دور تک ہندوستان کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی بڑے پیمانے پر اجتماعی طور پر منظّم انداز میں دعوت دین کی کوشش کی گئی ہو۔ جب کہ علمائے دین کا ایک اچھا خاصہ طبقہ موجود تھا۔ مسلمان اقتدار میں تھے۔ یہ دونوں وسائل اتنے اہم اور موثر تھے کہ کسی بھی سنجیدہ اور مخلص کوشش کے نتیجے میں ہندوستان کی مسلمان قوم ملک کی قسمت بدل سکتی تھی، بلکہ قدرت کی طرف سے جو زرین مواقع میسر آئے ان سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ اس کا سب سے بڑا بین ثبوت تقسیم ہند کے واقعات ہیں۔ جب کہ کثیر تعداد والی پس ماندہ قوم دلت ایسی منزل کی تلاش میں تھی جہاں وہ پناہ لے سکے۔ اس کی نظریں سارے مذاہب پر تھیں۔ بلکہ کسی حد تک اسلام کے عادلانہ اور مساویانہ سلوک سے متاثر بھی تھی۔ اگر اس وقت کی ملی اور دینی قیادت اس قوم پر کوشش کرتی تو وہ پوری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو سکتی تھی اور ہندوستان کے مسلمان اقلیت کے خانے سے نکل کر اکثریت کے خانے میں داخل ہو جاتے، لیکن یہ ایک

افسوس ناک حقیقت ہے کہ ایسا نہیں ہوسکا اور مسلم قیادت نے ایک اہم موقع کھودیا، بالفاظ دیگر لمحوں کی یہ وہ غلطی ہے جس کی سزا صدیوں کو سہنی پڑے گی۔ علمائے دین کے کردار کے تعلق سے یہ وہی بات ہے جس کی طرف مصر کے ایک مشہور مفکر اور عالم دین ،صاحب تفسیر المنار علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ارشارہ کیا تھا۔ گزشتہ صدی کی ابتدائی دہائی میں جس وقت انہوں نے ہندوستان کا دورہ کیا تھا،مختلف دینی اداروں میں ان کے خطابات ہوئے،ندوۃ العلماء کی ایک تقریب میں ان کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا، جب وہ مصر واپس ہوئے تو ہندوستان اور خاص کر مسلمانوں کے حالات پر اپنے تاثرات قلم بند کئے۔ اپنی اس سیاحتی روداد میں علمائے ہند کے تعلق سے انہوں نے جس تاثر کا اظہار کیا وہ کچھ اس طرح تھا:

ان علماء الهند قد فشلوا فى اداء رسالة الاسلام امام اهالى الهند رغم حكم الاسلام والمسلمين على البلاد قرابة الف عام وهم يعيشون فى الهند كجزيرة فى بحر ذخار يبتلعها حينما فان لم يقم علماء هم باداء واجبهم نحو اداء رسالة الاسلام امام اهل الهند تفتاخم اوضاعهم كاقلية المسلمة.

”یعنی ہندوستان کے علمائے دین ہندوستانیوں کے سامنے اسلام کا پیغام پہنچانے میں ناکام ہوگئے۔ ایک ہزار سال کے قریب اقتدار پر رہنے کے باوجود مسلمانوں کی حالت ایک ایسے جزیرے کی طرح ہے جو ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے درمیان آباد ہے۔ کسی بھی وقت اس کی موجیں اسے ہڑپ کرسکتی ہیں۔ اگر اس قوم کے علماء ہندوستانیوں کے سامنے دعوت اسلامی پیش کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوئے تو مستقبل میں ایک مسلم اقلیت ہونے کی وجہ سے ان کو سنگین صورت حال سے دوچار ہونا پڑے گا۔“ علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تبصرہ ایک نوشتۂ تقدیر سے کم نہیں۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آج ہم علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ کے تبصرہ کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آئے دن مسلمانوں پر طرح طرح کے حالات پیش آرہے ہیں مختلف مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے اس سے نمٹنے کے لئے بہترین شکل یہی ہے کہ ہم اپنے اعمال واخلاق سے لوگوں کو متاثر کریں اور ہمیں دیکھ کر لوگ کہیں کہ مسلمان یہ ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

بچوں کو کیسے نمازی بنائیں؟

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمُوا الصَّبِيُّ الصَّلٰوةَ اِبْنِ سَبْعَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا اِبْنِ عَشْرَ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! اسلام کا اہم رکن نماز ہے جو ہر مسلمان مرد وعورت پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا حکم دیا ہے۔ نماز کو قائم کرو، بچپن ہی سے خصوصی توجہ کرنی چاہیئے تاکہ نماز کی عادت پڑ جائے اور کسی حالت میں یہ اہم فریضہ ساقط نہ ہو۔

محترم ڈاکٹر ممتاز عمر کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ کی ہدایت کے تحت تلقین کی جاتی ہے کہ ''سات سال کے بچے کو مسجد میں نماز کے لئے لاؤ'' کہا جاتا ہے کہ گیارہ سال کے بچے کو مسجد میں ضرور لایا جائے۔ اگر بچہ آنے میں پس وپیش کرے تو

اس پر سختی کی جائے۔ اس میں مار پیٹ کی اجازت بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے بچوں کو انگلی پکڑے مساجد کی طرف لے جایا کرتے تھے۔ یہ رواج نماز جمعہ اور عیدین میں خصوصیت کے ساتھ دیکھنے میں آتا رہا۔ عام نمازوں میں والدین بچوں کو لانے سے ہچکچاتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ نمازی بچوں کو مسجد میں لے آئیں تو انہیں بعض اوقات شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ فرض نماز کی ادائیگی کے فوری بعد ان بچوں کی سرزنش اور پھر بچوں کے والدین کی شناخت کے بعد ان کو بھی ایسی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کو کیوں لایا ہے؟

بچوں کو مسجد میں لانے اور ان کی شرارت کی بنا پر جس شرمندگی کا احساس والدین یا دیگر بزرگوں کو ہوتا ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ خود بچے نہیں ہوتے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بچے تو بڑے اہتمام کے ساتھ صف بناتے اور نماز کی ادائیگی میں مصروف ہوتے ہیں مگر چند بچے اس موقع پر شرارت پر اتر آتے ہیں۔ یوں دھکا دینے، کچھ پوچھنے یا مختلف اشارے کرنے کی بنا پر بچے ہنسنے یا دیگر مشاغل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بچے صف بنائے بڑی تنظیم کے ساتھ کھڑے ہیں۔ کوئی بڑا آیا اور اس نے بچوں کو سب سے پیچھے کی طرف دھکیل کر خود اس کی جگہ سنبھال لی۔ اس وجہ سے بھی وہ تمام اخلاق تلقین اور تربیت کو فراموش کر کے شرارت پر اتر آتے ہیں۔

بچوں کی صفیں کیسے بنائیں

مفتی عبدالرؤف سکھروی لکھتے ہیں: ''بچوں کی صف کا مردوں کی صف کے پیچھے ہونا سنت ہے۔ لہٰذا جب جماعت کا وقت ہو اور بچے حاضر ہوں تو پہلے مرد اپنی صفیں بنائیں پھر ان کے بعد بچے اپنی صفیں بنائیں۔ پھر اس ترتیب سے جماعت

قائم ہوجانے کے بعد اگر بعد میں کچھ مرد حاضر ہوں تو اول وہ مردوں کی صفوں کو مکمل کریں، اگر وہ پوری ہوچکی ہوں تو پھر بچوں کی صف ہی میں دائیں بائیں شامل ہوجائیں، بچوں کو پیچھے نہ ہٹائیں، کیونکہ بچے اپنے صحیح مقام پر کھڑے ہیں۔ مردوں اور بچوں کی مذکورہ ترتیب جماعت کے شروع میں ہے۔ نماز شروع ہوجانے کے بعد نہیں۔'' (صف بندی کے آداب، مکتبہ الاسلام، کراچی، ص ۳۱) مفتی عبدالرؤف بچوں کو مردوں کی صفوں کے درمیان شامل کرنے کی گنجائش بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے: ''اگر بچے تربیت یافتہ نہ ہوں اور دوران نماز شرارتیں کریں جس سے اپنی نماز کو باطل کرنے یا ان کے کسی طرز عمل اور شرارت سے مردوں کی نماز باطل ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو تو پھر ان کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے، بلکہ ان کو منتشر اور متفرق طور پر مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا چاہیے۔ بہتر ہوگا کہ ان بچوں کو صف میں انتہائی بائیں جانب یا داہنی جانب متفرق طور پر کھڑا کیا جائے تا کہ وہ نماز میں کوئی شرارت کر کے اپنی یا دوسروں کی نماز برباد کرنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

ایسی صورت میں مردوں کی صفوں میں ان کے کھڑے ہونے سے مردوں کی نماز میں کوئی کراہت نہ آئے گی''۔ (ایضاً: ص ۳۲)

آپ ﷺ کا بچوں سے پیار

شرط یہ ہے کہ ہم لوگ اس کے لئے کوشش بھی تو کریں بچے گھر میں شرارت کرتے ہیں۔ بلکہ کوئی تکلیف بھی نہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ بچے ہیں یہ تو شرارت کریں گے ہی اسی طرح مسجدوں میں اگر تھوڑی بہت شرارت کرتے ہیں تو اس کو بھی برداشت کریں آج شرارت کریں گے کل نمازی بن جائیں گے۔ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں اور نواسے سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر کھیل

رہے ہیں اور آپ علیہ السلام بجائے ناراض ہونے کے سجدہ طویل کر دیتے تاکہ بچے کھیل لیں دوران خطبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مسجد کے باہر لڑھک رہے تھے چونکہ کرتا بڑا تا آپ علیہ السلام خطبہ چھوڑ کر آتے ہیں اور اپنے نواسہ کو ممبر کے پاس بٹھاتے ہیں ہر عمر کا ایک تقاضہ ہوتا ہے بچوں کی کھیلنے کودنے اور شرارت کرنے کی ہوتی ہے اگرچہ یہ نہیں کھیلیں گے تو بوڑھے کھیلیں گے اور شرارت کریں گے اسلئے ان بچوں سے دلبرداشتہ ہونے کے بجائے ان کو سمجھایا جائے جیسے جیسے عمر بڑھے گی یہ بچے خود بخود سدھر جائیں گے البتہ بچپن ہی سے صحیح ماحول اور صحیح معاشرہ بچوں کو دینا چاہیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

حضورِ اکرم ﷺ

انسانوں کے سب سے زیادہ مہربان

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ پیاری پیاری ماؤں اور بہنو! حضور نبی کریم ﷺ ساری انسانیت کے لئے رحمت ہیں آپ علیہ السلام ہی کے صدقہ طفیل میں کائنات کو وجود ملا ایک حدیث میں ہے جو لفظ کے اعتبار سے تو صحیح نہیں مگر معنی کے اعتبار سے صحیح ہے: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِیْنَ۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ اے نبی اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو آسمان و زمین ہی کو میں پیدا نہ کرتا وَمَآ

اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور ہم نے آپ کو سارے جہاں والوں کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر شعبہ امت کیلئے بہترین نمونہ ہے، خواہ وہ عبادت ہوں یا معاملات، اخلاقیات ہوں یا سیاسیات، غرض تمام شعبہ ہائے زندگی میں آپ کا اسوہ ہی کامل اسوہ ہے۔ ذیل میں وہ پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی جس میں آپ ﷺ کی سیدھی سادی بلکہ زاہدانہ زندگی، تکلفات سے خالی ہو کر رسول رحمت ہونے کے مظاہر ہیں اور وہ تمام مظاہر امت کے حق میں دین و دنیا کی کامیابی کیلئے مطلوب ہیں۔ سچ فرمایا ہے رب العالمین نے: ''لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ''.

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہارے نقصان کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمان داروں کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں''۔ (التوبہ:۱۲۸)

مذکورہ آیت میں اللہ نے آپ ﷺ کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ تمہاری جنس سے یعنی جنس بشریت سے ہیں، (وہ نوریا اور کچھ نہیں ہیں) نیز اس پیغمبر پر تمہاری ہر قسم کی تکلیف و مشقت گراں گزرتی ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک یہ دین آسان ہے اور میں آسان دین حنفی دے کر بھیجا گیا ہوں''۔ تمہاری ہدایت اور تمہارے دنیوی واخروی فائدے کے خواہش مند ہیں اور تمہارا جہنم میں جانا پسند نہیں فرماتے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں تمہاری پشتوں سے پکڑ پکڑ کر کھینچتا ہوں، لیکن تم مجھ سے دامن چھڑا کر زبردستی نارِ جہنم میں داخل ہونا چاہتے ہو''۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ کے کھانے پینے کا طریقہ!

نبی کریم ﷺ کے کھانے کے عادات کے متعلق بہت ساری احادیث وارد ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کا طریقۂ خورد ونوش بیان ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سادگی ہر چیز میں نظر آتی ہے۔ تکلفات سے بالاتر ہوکر پرتعیش زندگی کی بجائے سیدھی سادی زندگی گزارنا آپ ﷺ کو پسند تھا، کسی کھانے پر عیب لگانا پسند نہ تھا، پسند آگیا تو کھالیتے، ورنہ چھوڑ دیتے، فقر وفاقہ کی زندگی، زہد وقناعت کی اعلیٰ مثال آپ ﷺ نے چھوڑی ہے، کیوں کہ آپ سب کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:" اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ وَاجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ " میں ایک غلام اور بندہ کی طرح کھاتا ہوں اور غلام اور بندہ کی طرح بیٹھتا ہوں ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:" لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا " میں ٹیک لگا کر یا کسی چیز کا سہارا لگا کر نہیں کھاتا یہ تھی کھانے کے معاملہ میں آنحضرت ﷺ کی شان بندگی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے ہر کام کے وقت یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہتا ہے۔ لہٰذا جب کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہئے کہ اس کو صاف کرکے کھالے اور شیطان کے چھوڑ نہ دے پھر جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو بھی چاٹ کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس خاص جز میں برکت ہے، جب ہم کھانا کھانے بیٹھیں تو دونوں ہاتھ گٹوں تک دھولیں دسترخوان بچھائیں کھانے سے پہلے کی دعا بسم اللہ علی برکت اللہ پڑھیں سنت طریقے کے مطابق ایک زانو یا دو زانوں بیٹھیں کھانے میں کوئی عیب نہ نکالیں اگر پسند آئے تو کھالیں ورنہ چھوڑ دیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے

کھائیں اور کھانے کے بعد کی دعا پڑھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ دھولیں یہ ہے اسلامی طریقہ جس کو نبی کریم ﷺ نے عمل کرکے دکھایا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کھانے کے آداب اور سنت نبوی ﷺ کو سامنے رکھ کر کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

صنعت وحرفت وزراعت انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ لِتُحْصِنَکُمْ مِّنْ بَاْسِکُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰکِرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

سامعین باوقار مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طَلَبَ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ حلال اور پاکیزہ کمائی کی تلاش وجستجو بھی فرض ہے فرض کے بعد یعنی جس طرح احکام دینیہ نماز روزہ زکوۃ وغیرہ فرائض ہیں اسی طرح حلال رزق کی تلاش اور حرام سے احتراز بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ حلال کمانے والے اور بیوی بچوں پر خرچ کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتے ہیں۔ آدمی کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ میں اپنے اہل وعیال

پر جو کچھ خرچ کرتا ہوں وہ محض ذمہ داری پوری کررہا ہوں بلکہ اس پر اجر وثواب کی امیدیں رکھنی چاہئے۔ انبیاء علیہم السلام بھی تجارت کرتے تھے صنعت وحرفت اور زراعت کے فرائض بھی انجام دیتے۔

صنعت اور ہنرمندی کی تعلیم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور احسانات میں شمار کیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ''وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ لِتُحْصِنَکُمْ مِّنْ بَاْسِکُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰکِرُوْنَ''. (الانبیاء:۸۰) ''اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانے کی تعلیم دی تا کہ جنگ کے دوران تمہاری حفاظت ہو سکے، تو کیا تم اس پر شکر کرتے ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے: ''وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا'' ''ہماری نگرانی اور ہماری وحی کی روشنی میں کشتی بناؤ''۔ (ہود:۳۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی فن تعمیر سے دلچسپی اور ذوالقرنین کے سد سکندری کی تعمیر کا واقعہ بھی قرآن میں مذکور ہے اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''مَا اَکَلَ اَحَدٍ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مَنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلٍ یَدَیْهِ وَاَنَّ نَبِیَ اللّٰهِ دَاؤٗدَ یَاْکُلَ مِنْ عَمَلٍ یَدَیْهِ''۔ (صحیح البخاری:۲۳۵/۷) ''جو کھانا انسان اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے''۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کیا کرتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور مصافحہ کیا، آپ کو ان کا ہاتھ بڑا کھر درا معلوم ہوا، آپ نے وجہ دریافت کی انہوں نے کہا کہ میں نعل بندی کا کام کرتا ہوں، اور اس کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتا ہوں، یہ سن کر آپ نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا اور فرمایا: ''ھذہ ید لا تمسھا النار''۔ ''اس ہاتھ کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی''۔

غرضیکہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے ہر طرح کے پیشہ کو وقار اور عظمت دی اور اس تصور کو ذہنوں میں راسخ کیا کہ دنیا میں ایک پیشہ کے علاوہ کوئی پیشہ ذلیل نہیں ہے اور وہ ہے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا۔

افسوس کہ معاش کے ان دونوں اہم ذرائع سے مسلمانوں کا بہت معمولی تعلق ہے اور قومی و بین الاقوامی مارکٹ اور صنعت وحرفت کے میدان پر دوسروں کا قبضہ ہے، حالانکہ ان پر انسان کی شخصی اجتماعی اور دفاعی ضروریات کا انحصار ہے۔

کھیتی، باڑی ان چیزوں میں سے ہے جن پر انسان کی بنیادی ضرورت کا دارومدار ہے اور سب سے پہلے انسان نے اسی ضرورت کی طرف توجہ کی، ابن خلدون نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے کھیتی حضرت آدم علیہ السلام نے فرمائی، اور یہ کوئی بہت مشکل کام بھی نہیں ہے، کھیتی کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے خود اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام کر رکھا ہے، یعنی کاشت کے لائق زمین بنائی اور اس کی سیرابی کیلئے بارش نازل کی اور نہریں جاری کیں، اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْهُ طَیْرًا وَاِنْسَانَ اِلَّا کَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةً". (صحیح البخاری: ۱۱۸/۸) 'مسلمان جو پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس میں سے پرندے یا انسان کچھ کھا لیتے ہیں تو یہ اس کیلئے صدقہ ہے'۔

معاشیات کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اپنے نبیوں کو دی ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے کہ ہم نے انہیں زرہ بنانے کی تعلیم دی، "وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ" اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور یہ ایک فطری ضرورت کی تعلیم ہے جس کی فضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "فرض کفایہ ہر وہ علم ہے جس سے انسان دنیاوی معاملات میں بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے، جیسے کہ علم طب، جسم کی بقا کیلئے ضروری ہے، اور حساب دانی، وصیت، میراث اور معاملات کیلئے ضروری ہے اور یہ ایسے علوم ہیں کہ اگر کسی جگہ اسکے جاننے والے موجود نہ ہوں تو لوگ پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے، اسلئے اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ ڈاکٹری اور حساب کا علم فرض کفایہ ہے اور بنیادی نوعیت کی صنعتیں بھی فرض کفایہ میں جیسے کھیتی کرنا، کپڑے بننا، جانوروں کی دیکھ ریکھ بلکہ سلائی کرنا اور پچھنے لگانا بھی"۔ (احیاء علوم الدین: ۱/۷)

ہنر اور پیشہ سیکھنے کی ضرورت ہے

زندگی گزارنے کیلئے ہنر اور پیشے کی خاص ضرورت ہے البتہ مقصد نہیں ہے۔ ضرورت اور مقصد میں یہی فرق ہے۔ ضرورت اصل نہیں ہوتی وہ مقصد کو پورا کرنے کیلئے ہوتی ہے اسلئے ضرورت کو ضرورت ہی کے اندر اختیار کرنی چاہئے انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ رب العزت کی عبادت و بندگی ہے مگر انسان چوبیس گھنٹے عبادت نہیں کر سکتا اس کو کھانے پینے اور دیگر لوازمات کو اختیار کرنا پڑے گا اس کے بغیر انسانی زندگی بلکہ کسی بھی حیوان کا گزراں نہیں ہو سکتا۔ اسلئے روزی کمانا اس کیلئے مختلف پیشوں کا اختیار کرنا سب اس اسلام کے دائرے میں رہ کر ہونا چاہئے۔ مذہب اسلام ہمہ گیر مذہب ہے زندگی کے تمام شعبے اسکے اندر ہے اور ہر شعبہ زندگی کیلئے ہدایتیں اور رہنمائیاں بھی موجود ہیں۔ اقتصادیات، معاشیات، سیاسیات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات، تجارت ان کیلئے جو اصول و ہدایت شریعت نے تجویز کئے ہیں انہیں کو اپنا کردار اختیار کر کے ہم زندگی گذاریں تو دنیا میں بھی چین وسکون ملے گا اور مرنے کے بعد بھی راحت و آرام کی زندگی بسر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اصول و احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ☆

انسانی زندگی کا اصل جوہر

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ’’اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ‘‘ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: ’’اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ‘‘ حیا تو اچھی ہے۔

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں کہ: آج سے صدیوں پہلے کا ایک واقعہ ہے کہ ایک عورت نے عدالت میں جا کر اپنے شوہر کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ اس پر میرا پانچ سو دینار مہر باقی ہے، قاضی نے شوہر سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے ذمہ میری بیوی کا ایک پیسہ بھی نہیں ہے، قاضی

نے کہا کہ کوئی گواہ ہے؟ شوہر نے گواہوں کو پیش کر دیا، ایک گواہ سے قاضی نے کہا کہ اس آدمی کا چہرہ دیکھو تا کہ تم اس کی صحیح صحیح نشاندہی کر سکو، وہ گواہ اٹھا تا کہ اس عورت کا چہرہ دیکھ کر اس کو پہچان سکے، شوہر نے جب یہ دیکھا تو گھبرا کر پوچھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم میری بیوی کا چہرہ دیکھو! تو قاضی صاحب بولے کہ پھر یہ صحیح صحیح کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہی تمہاری بیوی ہے۔ اس پر شوہر کو غیرت آ گئی اور فوراً اس نے کہا میں پانچ سو دینار دینے کو تیار ہوں، مگر بیوی کی بے پردگی مجھ کو کسی حال میں برداشت نہیں۔ بیوی کے دل پر اپنے شوہر کی اس غیرت وحمیت کا اتنا زیادہ اثر پڑا کہ وہ آگے بڑھی اور قاضی صاحب سے کہا کہ میں اپنے اس مہر کو معاف کرتی ہوں، نہ دنیا میں اس کو مانگوں کی نہ آخرت میں۔ قاضی صاحب ان دونوں میاں بیوی کے اخلاق اور کریکٹر کی بلندی کو دیکھ کر حد درجہ متاثر ہوئے اور لوگوں کو متوجہ کر کے کہا کہ کتنے اچھے اخلاق کے یہ لوگ ہیں!

کہنے کو تو یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس ایک معمولی واقعہ میں ہمارے آپ کے لئے عبرت کے کئی پہلو ہیں، اب سے پہلے جب مغربی تمدن کا پرتو تک نہ پڑا تھا اور اسلامی تہذیب وتمدن کا مبارک سایہ سروں پر قائم تھا تو ہر سماج میں خواہ وہ دیندار ہو یا نہ ہو، حیا اور پاکدامنی کی اصل قیمت تھی اس کی حفاظت کی خاطر دنیا کی بڑی سے بڑی دولت قربان کر دی جاتی تھی، مندرجہ بالا واقعہ میں قاضی صاحب کا یہ عمل مسئلہ کو سلجھانے کی ایک شکل تھی، جو کامیاب ثابت ہوئی، پانچ سو دینار کوئی کم قیمت کے سکے نہیں ہوتے۔ لیکن پاکباز شوہر کو پانچ سو دینار دینا تو منظور تھا، لیکن وہ ایک سکنڈ کے لئے اس کو گوارہ نہ کر سکا کہ کوئی غیر محرم اس کی بیوی کا چہرہ تک دیکھ سکے اور لوگوں کے سامنے اس کی بیوی نقاب الٹ کر آئے یہ عمل کوئی خوشی کا نہ تھا، جبراً کیا جا رہا تھا، لیکن یہ جبریہ عمل بھی اس کو گوارہ نہ ہوا اور اس

نے پانچ سو دینار کا اعلان کر دیا، دوسری طرف اس کی بیوی کی ضمیر کی بلندی حوصلہ مندی، اخلاق اور ایثار کی مثال دیکھئے کہ اس نے جب اپنے شوہر کی پاکبازی، حیا اور پاکدامنی کو دیکھا تو فوراً اس نے اپنے مہر کو معاف کر دیا اور منٹوں میں ساری زندگی کا مسئلہ حل ہو گیا نہ کوئی فضیحت اور نہ لڑائی دنگا، نہ تو تو میں میں، نہ مقدمہ چلا، نہ گواہ پیش ہوئے، ایک دینی عمل، اخلاق وضمیر کی بلندی نے دونوں کے دل ملا دیئے اور دونوں کو برباد ہونے سے بچالیا۔

ذرا اس واقعہ کو آج کی دنیا میں لایئے اور پھر آج کے مسلم سماج کا جائزہ لیجئے تو زمین وآسمان کا فرق پایئے گا، آج دولت کے آگے دین، اصول، ضمیر، اخلاق، محبت، ایثار کسی کی کوئی قیمت نہیں، اگر ادنیٰ سی دولت بھی ہاتھ آتی ہو تو دین کا بڑے سے بڑا اصول مٹایا جا سکتا ہے، اخلاق کو پیروں تلے روندا جا سکتا ہے، ضمیر وکریکٹر کو پامال کیا جا سکتا ہے اور کیا جا رہا ہے، آج دولت اصل چیز ہے، اس کے حاصل کرنے کے لئے غیرت وحمیت، عفت وحیا سب سر بازار نیلام کی جا رہی ہیں، گھروں کی تلخیاں، میاں بیوی کی نا اتفاقیاں، خانگی لڑائیاں یہ سب دولت کی بے پناہ بھوک کی وجہ سے بڑھ رہی ہیں، ایک ہمارے وہ بزرگ تھے جو پانچ سو دینار جیسی قیمتی دولت کو بچانے کیلئے ایک منٹ بھی اپنی بیوی کو بے نقاب کرنا گوارہ نہ کرتے تھے اور ایک آج ان کے نام لیوا ہیں، جو مٹھی بھر دولت کی خاطر بے حیائی کو گھر گھر عام کرتے ہیں اور اپنے گھروں کی عورتوں کو بے پردہ اور بداخلاقی کی وبا کو عام کرنے والی جگہوں پر پہنچاتے ہیں۔

ایک وہ بیبیاں تھیں جن کے دلوں میں شوہروں کی عزت دولت کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ وہ اخلاق کی بلندی کی بنا پر ان کی قدر کرتی تھیں، ان بہنوں کے نزدیک روپئے پیسے کی اصل میں کوئی قیمت نہ تھی، بلکہ اخلاق ودین کی قدر وقیمت تھی، اس پاک بی بی نے جب دیکھا کہ اس کا شوہر امیر ہونے سے زیادہ اخلاق وحیا کی

دولت سے مالا مال ہے تو اس کا دل شوہر سے حد درجہ متاثر ہو گیا اور یہ سمجھ کر کہ اس کا شوہر دنیا کا دولت مند آدمی ہے اور اس کے پاس صرف روپئے نہیں ہیں، بلکہ اخلاق ودین، ضمیر واصول، حیا وپاکبازی کے وہ انمول جواہرات ہیں جن کی قیمت دنیا کا امیر ترین آدمی بھی ادا نہیں کر سکتا تو اس نے پانچ سو دینار پر بخوشی لات مار دی اور مہر معاف کر کے خود اپنی پاک بازی، اخلاق وکریکٹر کے بے پناہ بلندی کا ثبوت دیا۔

کمائیوں میں برکت نہیں

اب تو دولت وثروت ہی کو سب کچھ سمجھا جانے لگا جس کے پاس پیسے نہیں اس کی معاشرے میں کوئی قدر وقیمت نہیں خواہ اس کے اخلاق اچھے نیک اور پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو اور دن بدن لوگوں کے اندر حرص وہوس بڑھتی جا رہی ہے۔ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے اور دولت کی حرص بڑھ گئی تو حلال وحرام کی بھی کوئی تمیز نہیں رہ گئی بلکہ روپیہ اور بینک بلینس کرنے کے لئے ہر حربہ کو استعمال کیا گیا خواہ جائز ہو یا ناجائز لوگوں کی زندگیاں اتنی مشغول ہو گئی ہیں کہ اصل مقصد کو فراموش کر گئے میاں بیوی دونوں مل کر کما رہے ہیں موٹی موٹی تنخواہیں بھی ہیں مگر پھر بھی ضروریات پوری نہیں ہو رہی ہیں کمائیوں میں برکت نہیں ہے سکون واطمینان غارت ہو گیا اسراف وفضول خرچی میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپئے پانی کی طرح بہائے جا رہے ہیں خواہ اس کے لئے قرض سود ہی کیوں نہ لینا پڑے مگر اس سے قطعاً گریز نہیں کیا جاتا ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہ نہیں تھا گھر کی خواتین روزی کمانے کے لئے گھر کے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں کمائیوں میں برکت تھی ایک شخص کی کمائی سے گھر کا پورا نظام ٹھیک ٹھیک چلتا تھا، اسراف وفضول خرچی سے کلی اجتناب کرتے تھے۔ حلال وپاکیزہ روزی ہی کی تلاش میں رہتے تھے۔ احکام

شریعت پر عامل تھے اور سکون واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے مگر ہم نے اس کو چھوڑ دیا اور حرص وطمع نے ہم میں اور غیروں میں کوئی فرق باقی نہیں رکھا ہمیں کامیابی کہاں سے مل سکتی ہے آج ضرورت اس بات کی ہے اسلامی اصولوں کو اپنا کر زندگی گذاریں اسی میں ہماری دنیوی اخروی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

مصر کا ایک ٹی وی چینل

سارا اسٹاف باحجاب خواتین پر مشتمل

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات اور صدر معلّمہ عزیزہ طالبات! انسان اگر کرنا چاہے تو بہت کچھ کرسکتا ہے اور نہ کرنے والوں کے لئے ہزار بہانے ہیں اسلام کے احکام فطرت انسانی کے موافق ہیں۔ ان کو زندگی کے تمام ہی شعبوں میں اختیار کیا جاسکتا ہے پردہ اسلام کا ایک اہم حکم ہے جب لڑکی سن بلوغ کو پہونچ جائے تو اس کے لئے اپنے چہرے اور جسم کے تمام اعضاء کو غیر محرم مردوں سے چھپانا ضروری ہے حتی کہ پازیب کی آواز بھی کسی غیر محرم تک نہیں پہونچنی چاہئے اس کی بھی ممانعت ہے۔

آج کے ترقی یافتہ دور کو دیکھئے جہاں مغربی تہذیب وتمدن کے دلدادہ لوگ عورت ومرد کوشانہ بشانہ چلنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور حجاب وپردے کوترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتے ہیں مگر یہ سب تو شیطانی چالیں ہیں اس دور میں بھی حجاب کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کیا جا سکتا ہے۔

حجاب آڑے نہیں آتا

برطانوی نشریاتی ادارے نے مصر میں دائیں بازو کی تنظیم اخوان المسلمون کی کامیابی اوراس کے نومنتخب امیدوار محمد مرسی کے صدر بننے کے بعدایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ مصر میں خواتین کا ایک ایسا نیوز چینل بھی ہے جس میں کارگزار تمام خواتین حجاب کا اہتمام کرتی ہیں اور ان کا یہ حجاب یا نقاب ان کی صحافتی سرگرمیوں میں آڑے بھی نہیں آتا ہے، معروف برطانوی جریدے ڈیلی میل کا کہنا ہے کہ اس چھوٹے سے ٹیلی ویژن چینل کی نشریات کا اہتمام الامہ ٹی وی کی جانب سے چھ گھنٹوں کیلئے کیا جارہاہے اورابتدائی طور پر آزمائشی نشریات کا آغاز اول رمضان المبارک سے کیا گیا ہے، لیکن اس چھوٹے سے چینل میں کارگزار تمام خواتین کو نقاب اورمکمل پردے میں ملبوس دیکھ کراوراس میں کام کرنے والی خواتین اوران کے کام کواپنے کیمرے کی آنکھ کی مدد سے محفوظ کر کے اس کا تجزیہ کیا ہے اورثابت کردیا ہے کہ اگر خواتین کسی کام کی ٹھان لیں تو انہیں اس کام کی انجام دہی میں برقعے ، پردے یا نقاب کی صورت میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، جب برطانوی جریدے ڈیلی میل کا نمائندہ اس منفرد چینل اور منفرد اسٹاف کے بارے میں جاننے کیلئے مصر پہنچا تو دیکھا کہ مصری دارالحکومت قاہر کے ضلع عباسیہ کے ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں ٹی وی چینل ’’ماریہ ٹی وی‘‘ کی لانچنگ تقریبات کا اہتمام مکمل کیا جاچکا ہے اوراس میں کارگزار خواتین رپورٹر، کیمرہ پرسنز اوراینکر پرسنز کا کہنا ہے کہ

انہیں اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران برقعے یا نقاب کواوڑھنے میں کوئی دقت یا پریشانی نہیں ہے جب کہ وہ اپنے مسلم تشخص کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں وہ دنیا اور تنگ نظر اہل مغرب کو جتانا اور بتادینا چاہتی ہیں کہ صحافت کا کام صرف مردوں کے لئے مخصوص اور خواتین کیلئے شجر ممنوعہ نہیں ہے جب کہ صحافت کیلئے جینس پہننے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی اہل صحافت کیلئے نقاب اوڑھنے کی کوئی پابندی ہے۔

مصری جریدے الیوم السابع کا کہنا ہے کہ سلفی ٹیلی ویژن چینل ماریہ ٹی وی میں تمام عملہ باحجاب خواتین پر مشتمل ہے، جونقاب اوڑھتی ہیں اوراس میں کسی قسم کی کوئی شرم یا کام کی انجام دہی کے دوران کوئی مشکل یا جھجک تک محسوس نہیں کرتیں اوراپنا پیشہ ورانہ کام اچھی طرح ادا کرتی ہیں، جس کو دیکھ کر جنیز ،شارٹس اوراسکرٹس میں ملبوس مغربی صحافی خواتین حیران رہ گئی ہیں، ڈیلی میل کے نمائندے کا کہنا ہے کہ جب وہ اس اپارٹمنٹ میں پہنچا تو دیکھا کہ مکمل نقاب اور برقعے میں ملبوس خواتین پروگرام کی ریکارڈنگ میں مصروف ہیں اوران کے انداز اور کام کے اطوار سے بالکل اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں اپنے صحافتی اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوئی مشکل درپیش ہے، حتی کہ ایک خاتون نے کیمرے کا کام بھی سنبھالا ہوا تھا اوروہ دستانوں سے ڈھکے ہاتھوں کی مدد سے کسی ماہر کیمرہ مین کی طرح اپنا کام انجام دے رہی تھی اور میری موجودگی کا اس پر یا اس کی صلاحیت کار پر کوئی اثر نہیں ہوا، برطانوی جریدے ڈیلی میل کا اپنی رپورٹ میں کہنا ہے کہ سلفی گروپ کی جانب سے شروع کئے جانے والے اس ٹی وی چینل کا نام پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ ماریہ قبطیہ کے نام مبارک پر رکھا گیا ہے جو مصر سے تعلق رکھتی تھیں، ماریہ ٹی وی میں اینکر پرسن کے طور پر خدمت انجام دینے والی عبیر شاہین کا کہنا ہے کہ وہ امریکن یونیورسٹی ،قاہرہ سے فارغ التحصیل ہے، اورآڈیو

ویز وئل سمیت الکٹرونک میڈیا میں انہوں نے ڈگری لی ہے، لیکن انہوں نے کسی بھی عام ٹی وی چینل کو محض اس لئے جوائن نہیں کیا وہ اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں بھی نقاب اور برقعے کو نہیں چھوڑنا چاہتی اور جب اسے ماریہ ٹی وی کی بابت علم ہوا تو اس نے یہاں ملازمت کی درخواست دی، جو منظور ہوئی اور میں اب ایک مسلمان خاتون کے روپ میں ایک پیشہ ورصحافی کے طور پر کام کر رہی ہوں، مجھے نہ تو کوئی پریشانی ہے اور نہ مشکل، میں بہت اچھا محسوس کر رہی ہوں، عبیر شاہین کا کہنا ہے کہ وہ اس ٹی وی چینل کی مدد سے مصری معاشرے اور خواتین کے لائف اسٹائل کو تبدیل کردینا چاہتی ہوں۔ عبیر شاہین نے بتایا کہ ان کو حسنی مبارک دور میں طعنے دیئے جاتے تھے کہ برقعہ پوش خواتین گھر اور بچے ہی سنبھال لیں تو بڑی بات ہے، یہ ٹیلی ویژن اسٹیشن تو کیا ایک معمولی ایف ایم ریڈیو اسٹیشن بھی نہیں چلاسکتیں، لیکن آج ہم نے ثابت کیا ہے کہ برقع پوش خواتین کیا کچھ نہیں کرسکتیں؟ (روزنامہ منصف حیدرآباد ۲۵؍جولائی ۲۰۱۲)

عزم وحوصلہ کی ضرورت

آخر صحابیات بھی تو اہم کارنامے انجام دیا کرتی تھیں تو کیا بغیر حجاب اور پردے کے ظاہر ہے کہ پردے کیساتھ کرتی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوگ علم حاصل کرنے کیلئے آیا کرتے تھے بلکہ بعض اجلہ صحابہ کو بھی کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی اس کا حل دریافت کیا کرتے تھے اور تشفی بخش جواب پاتے تھے۔ حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا لیڈی ڈاکٹر تھیں جو مریضوں اور لڑائیوں میں زخمی ہونے والے مجاہدین کا علاج ومعالجہ اور مرہم پٹی کیا کرتی تھیں آج بھی ضرورت ہے کہ خواتین ان کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں مگر اسلامی احکام واصول کی پابندی سب سے ضروری ہے۔ اس کو بروئے کار لاکر ہی کوئی خدمت انجام دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ☆

دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْن. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سامعین باوقار محترمہ صدر معلّمہ ماؤں اور بہنو! دنیا کی زندگی چندروزہ یہاں کوئی ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا ہے اصل زندگی تو آخرت کی جو کبھی بھی ختم نہیں ہوگی عقلمند وہی شخص ہے جو آخرت کی تیاری کرے۔ دنیوی زندگی تو ختم ہی ہوگی خواہ مشقت سے یا سکون واطمینان سے تو نہ کہوں ہم یہاں رہ کر خوب محنت کرلیں اور احکام شریعت پر عمل کرکے حیات اخروی کو سنوارلیں۔ آخرت میں وہی کامیاب ہوسکتا ہے جو دنیا میں اپنا دل بہت زیادہ نہ لگائے اور دنیا کو ہی سب کچھ نہ سمجھ بیٹھے

بلکہ دنیا کو ایک 'عارضی اقامت گاہ' سمجھے اور آخرت کو 'ابدی ودائمی اقامت گاہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ" ، "تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم پردیسی یا مسافر ہو"۔ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ بھی کہا کرتے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ" ، "اے اللہ حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے"۔ آپ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھمنا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا" ، "اے اللہ تو دنیا کو ہمارے لئے سب سے بڑی فکر کی چیز اور ہمارے علم کو منتہیٰ نہ بنا"۔ دنیا سے بے انتہا محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور اس سے بے رغبتی اللہ کی محبت اور آخرت کے سنورنے کا سبب ہے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے آپ کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں اگر کرنے لگوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'تم دنیا سے بے رغبتی برتو اللہ تم سے محبت کرے گا اور اس چیز سے بے رغبتی برتو جو لوگوں کے پاس ہو تو لوگ تم سے محبت کریں'۔ (اسنادہ حسن اخرجہ ابن عدی فی الکامل، ۳/۳۰۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ 'دنیا سے بے رغبتی دل اور بدن کے لئے راحت ہے'۔ (مناقب عمر لابن الجوزی، ص: ۱۸۳)

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام آئے تو وہاں کے بڑے لوگوں اور لشکر کے سرداروں نے اس کا استقبال کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا 'میرا بھائی کہاں ہے، لوگوں نے کہا آپ کا بھائی کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (جو کہ شام کے حاکم تھے) لوگوں نے کہا کہ ابھی وہ آپ کے پاس آتے ہی ہوں گے اتنے میں وہ ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت

کیا، پھر لوگوں سے کہا کہ اب تم لوگ ہمارے پاس سے چلے جاؤ، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر تک آئے، انہوں نے ان کے گھر میں کوئی سامان نہیں دیکھا سوائے ان کی تلوار اور کمان اور کجاوہ کے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کو اپنے گھر میں کچھ سامان رکھ لینا چاہیے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! یہ ہمیں آرام گاہ تک آسانی سے پہنچا دے گا'۔ (یعنی جنت تک)۔ (رواہ عبدالرزاق فی المصنف)

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال وکردار سے کوسوں دور

ایسے ہی پاکیزہ لوگوں پر دنیا رشک کرتی ہے اور جنت جن کے انتظار میں بن سنور کر تیار ہے کہ کب وہ لوگ آئیں گے اور میری نعمتوں سے بہرور ہوں گے آج ہم بھی انہیں کے نام لیوا ہیں مگر ان کے اعمال اور سیرتوں سے کوسوں دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے فتوحات کے دروازے کھول دیئے، دولت کے انبار تھے پھر اگر یہ لوگ چاہتے تو سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے کھیلتے مگر قربان جایئے ان برگزیدہ ہستیوں کے عزم واستقلال اور ایمان ویقین پر کہ دولت وثروت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے بلکہ غربا ومساکین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور حقیقی معنوں میں یہی لوگ دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گذارتے تھے اور ہر وقت آخرت میں تیاری میں لگے رہتے تھے اور اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت اور ادا چھوٹنے نہ پائے دنیا کی ان کے نزدیک کوئی حیثیت اور قدر و قیمت ہی نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی یہاں جو کچھ بوؤ گے آخرت میں کاٹو گے اگر یہاں اچھے اعمال کریں گے تو مرنے کے بعد آخرت میں اچھا صلہ اور بدلہ ملے گا او

راگر احکام شرع کو پامال کرکے زندگی بسر کریں گے تو اس کا بدلہ ملے گا اور کف افسوس ملنا پڑے گا مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے آج ہی سے آخرت کی تیاری میں لگ جائیں دنیا جو مقدر میں ہے وہ تو مل کر رہے گی اسی دنیا میں آخرت کی تیاری کرنی ہے جس نے یہاں تیاری کرلی اس کیلئے مرنے کے بعد آرام ہی آرام ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

واقعۂ اصحاب فیل

اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ. اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ. وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ. تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ. فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتے ہیں اور لوگوں کو یہ بتادیتے ہیں کہ حد سے زیادہ تجاوز

مت کرو ورنہ میری گرفت اور سخت پکڑ سے بچ نہیں سکتے انہیں میں سے اصحاب فیل کا اہم واقعہ ہے۔ جو قرآن کریم اور تاریخ وسیرت کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔

ابرہہ اشرم نصرانی جو شاہِ حبشہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا، ساٹھ ہزار فوجیوں پر مشتمل ایک بڑی فوج لے کر خانۂ کعبہ کو گرانے کے لئے نکلا اور قوی ہیکل ہاتھیوں کی ایک تعداد بھی اپنے ساتھ لے لی، تاکہ لوگ کعبہ کے بجائے اس گھر کی زیارت کریں جسے اس نے یمن میں بنوایا تھا تاکہ عربوں کی توجہ مکہ اور خانۂ کعبہ سے ہٹا سکے۔ ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لئے پورے طور پر تیار ہوا، اپنی فوج کو تیار کیا اور سب سے بھاری بھرکم ہاتھی کو آگے کیا اور حرم کی طرف بڑھا، جب منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان وادیٔ محشر میں داخل ہوا تو ہاتھی زمین پر بیٹھ گیا اور حرم کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا۔ ابرہہ اور اس کی فوج کے لوگ اسی پریشانی میں تھے کہ اہل قریش دیکھتے کیا ہیں کہ سمندر کی طرف سے چھوٹی چھوٹی چڑیاں جھنڈ کی جھنڈ آ رہی ہیں اور ان پر کنکر برسا رہی ہیں، اور ہلاک کر دے رہی ہیں، ابرہہ کی فوج کے لوگ بھاگنے لگے اور ہر طرف مر مر کر گرنے لگے۔ ابرہہ کو عبدالمطلب نے ایسا کرنے سے روکا، لیکن جب اس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے ارادے پر عمل کرنے پر اصرار کیا، تو عبدالمطلب نے قریشیوں کو مکہ سے نکل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جانے کو کہا، تاکہ ابرہہ کی فوج انہیں روند نہ ڈالے، پھر عبدالمطلب چند مخصوص قریشیوں کے ساتھ کعبہ کے پاس گئے، اور اس کے دروازہ کی کنڈی پکڑ کر اللہ سے خوب دعا کی اور ابرہہ اور اس کی فوج کے خلاف رو رو کر مدد مانگی۔ دعا سے فارغ ہو کر اپنی قوم کے پاس چلے گئے اور انتظار کرنے لگے کہ ابرہہ مکہ میں داخل ہو کر کیا کرتا ہے؟

چنانچہ وہی ہوا جسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ابرہہ کی فوج کے لوگ بھاگنے لگے اور کنکریاں کھا کھا کر ہر طرف مر مر کر گرنے لگے۔

ابرہہ کو بھی اس کے نام کا پتھر لگا، اور اس کی انگلیاں کٹ کٹ کر گرنے لگیں۔ اس کے لوگ اسے لے کر بھاگے اور صنعاء لے کر آ گئے اس کا جسم چڑیا کے چوزہ کی طرح نحیف ونزار ہو گیا تھا وہاں پہنچ کر اس کا سینہ پھٹ گیا، دل باہر آ گیا اور ہلاک ہو گیا۔

اس حادثہ کا نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ اور تاریخ دعوت اسلامیہ سے بڑا گہرا ربط ہے، آپ اپنے والد ذبیح اللہ کے گھر اسی سال پیدا ہوئے۔ اس طرح یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی عزت وشرف کی دلیل، آپ ﷺ کی بابرکت ولادت کی طرف اشارہ، اور بحیثیت نبی مرسل آپ کی بعثت کی خبر دے رہا تھا، تاکہ آپ ﷺ خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کریں گے اور اپنے دادا ابراہیم اور باپ اسماعیل کی طرح اس پر توحید کا جھنڈا بلند کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے والد

رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی عبداللہ اپنے باپ عبدالمطلب کے بڑے ہی چہیتے بیٹے اور قریش کے سب سے خوبصورت جوان تھے۔ اور میں نے ابھی کچھ ہی پہلے یہ بیان کیا ہے کہ عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ وہ اللہ کے لئے اپنے ایک بیٹے کو قربان کریں گے اور قرعہ عبداللہ کے نام کا نکلا تھا۔ لیکن عبداللہ کے بھائیوں اور قریش کے سرداروں نے عبدالمطلب کو قائل کیا کہ وہ اپنے بیٹے کی طرف سے فدیہ دے دیں، چنانچہ انہوں نے عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی، اور جب اونٹوں کی تعداد سو (۱۰۰) ہو گئی تب قرعہ اونٹوں کے نام کا نکلا۔ عبدالمطلب نے ان تمام کو ذبح کر کے لوگوں کے لئے چھوڑ دیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ دو ذبیح اللہ باپ اسماعیل بن ابراہیم اور عبداللہ بن عبدالمطلب کی نسل سے پیدا ہوئے۔

عبداللہ کے والد نے ان کی شادی آمنہ (بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب) سے کردی، اس وقت ان کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی۔ وہ اپنے باپ کی تجارت کے لئے ملک شام کے سفر پر روانہ ہوئے اور واپس آتے ہوئے مدینہ منورہ کے قبیلہ بنی عدی نجار کے پاس اپنی ننیہال والوں سے ملنے گئے، وہیں وہ بخار میں مبتلا ہوگئے اور اپنی روح اپنے پیدا کرنے کے حوالے کردی، اور دارالنابغہ صغریٰ میں دفن کردیئے گئے۔ اس وقت آمنہ سے ان کی شادی کو صرف چند ماہ ہوئے تھے۔

ولادت باسعادت

علماء تاریخ وسیرت کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ واقعۂ فیل کے سال پیر کے دن پیدا ہوئے، اکثر کی رائے ہے کہ آپ ﷺ بارہ ربیع الاول کی رات شعب بنی ہاشم میں واقع ابوطالب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں، اور میری ماں نے حالت حمل میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نکلا، جس نے شام کے محلوں کو روشن کردیا۔

اور حسان بن ثابت کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں ابھی سات یا آٹھ سال کا لڑکا تھا جو کچھ سنتا تھا اسے سمجھتا تھا، میں نے ایک یہودی کو یثرب کی ایک بلند جگہ پر کھڑے ہوکر اونچی آواز سے چیختے ہوئے سنا: اے قوم یہود! جب سب لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے تو لوگوں نے اس سے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: آج کی رات وہ ستارہ طلوع ہوا ہے جو ''احمد'' کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔

زید بن عمر بن نفیل کا بیان ہے کہ مجھ سے شام کے ایک پادری نے کہا کہ تمہارے شہر میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے یا ہونے والا ہے، اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے، تم واپس جاکر اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی پیروی کرو۔

اور عباس بن عبدالمطلب کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ خوش وخرم پیدا ہوئے تو آپ کے دادا عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور ان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت اسی وقت جاگزیں ہوگئی۔ عبدالمطلب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہوگا۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب (التاریخ) میں لکھا ہے کہ عبدالمطلب نے ہی آپ ﷺ کا نام ''محمد'' رکھا تھا۔

واقعہ فیل دراصل نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کا پیش خیمہ تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے چنگل سے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی اور اس کے لئے بڑے بڑے فرشتوں کو آسمان سے نہیں بھیجا پہاڑوں کے ذریعہ اس طاقتور فوج کو پسپا نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے پرندوں سے اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی طاقتور فوجوں کا کام لیا تو اسی طرح یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی بھی حفاظت فرمائیں گے۔ اور دین اسلام کو غلبہ وقوت عطا فرمائیں گے۔ جیسا کہ دنیا نے دیکھا کہ کس طرح دشمنوں کے مذموم عزائم سے اپنے حبیب ﷺ کو بچایا اور چند ہی سالوں میں دین کو غلبہ دے کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچا دیا۔ اللہ تعالیٰ مزید اسلام کو بلندی عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

''طالبات تقریر کیسے کریں؟'' کی جلد سوم تمام ہوئی۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔